اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالِم ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
جنوری ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۲۵	ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ / جنوری ۲۰۱۷ء	شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر
جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
حیاتِ مسلم	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۱
جمالِ مومن یا اسلامی یونیفارم	حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۲۳
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	۳۲
فضائل بسم اللہ	حضرت مولانا منظور احمد صاحب تونسویؒ	۳۷
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۹
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	جناب مولانا تنویر احمد صاحب شریفی	۵۰
اخبار الجامعہ	مولانا انعام اللہ صاحب	۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۲۲ /دسمبر کے روزنامہ نوائے وقت کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں :

''نیویارک (آن لائن) امریکہ میں نیویارک جانے والی پرواز میں عربی بولنے پر نوجوان احمد صالح کو آف لوڈ کردیا گیا، پوچھ گچھ کے بعد دوسری فلائٹ سے روانہ کیا گیا۔ احمد صالح نے اپنی والدہ سے عربی زبان میں بات کی جس پر اُسے جہاز سے آف لوڈ کردیا گیا۔''

اسی تاریخ کو شائع ہونے والی ایک اور خبر بھی ملاحظہ فرمائیں :

''واشنگٹن (آئی این پی + آن لائن) امریکہ میں مسلمان خواتین کی بڑی تعداد نے جان کے ڈر سے پردہ کرنا چھوڑ دیا۔ تحقیقاتی ادارے ایف بی آئی کی چونکا دینے والی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز واقعات میں ۶۷ /فیصد اضافہ ہوچکا ہے، دریں اثناء نیویارک میں فوڈ سٹور کے باہر مسلمان لڑکی کے چہرے پر کھولتی ہوئی کافی پھینک دی گئی۔ ۳۴ /سالہ لیتھن گرے نے ۲۱ /سالہ مسلم لڑکی کو اپنا بیگ بھی دے مارا اور اُس کا گلا بھی دبوچ لیا، ملزم کو گرفتار کرلیا گیا۔''

کچھ روز قبل ایک اور باتصویر خبر قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے جس میں ایک برقع پوش مسلمان خاتون کو آسٹریلیا میں مرد پولیس اہلکار دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگائے حراست میں لیے چلے جا رہے ہیں۔

شدت پسندی اور عدم برداشت، جبر و اِنتہا پسندی ہمیشہ کی طرح باطل قوتوں کے مزاج کا حصہ چلا آیا ہے کفر جس کی بنیاد ہی ''انکار'' پر ہوتی ہے کب اُس کی کوکھ سے مثبت روّیے جنم لے سکتے ہیں ہندو ہوں یا مجوسی، یہود ہوں یا عیسائی، سکھ ہوں یا قادیانی یہ تمام کے تمام ایک کافر ملت ہیں جو ملتِ اسلامیہ سے بغض وعداوت رکھتے ہیں، باہمی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں یہ ایک ہیں۔

اصل المیہ یہ ہے کہ عالَمِ اسلام کی قیادت خود بھی غفلت کا شکار ہے اور مسلمانوں کو بھی غافل رکھے ہوئے ہے وہ آنے والے ہولناک طوفان کے مقابلہ کے لیے عالَمِ اسلام کو مستعد کرنے کے بجائے حقائق سے آنکھیں چرانے کو ہی عافیت جانتی ہیں یہی وجہ ہے کہ عالَمِ کفر کی درندگی آئے دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے جس کے نتیجہ میں ہر طرف مسلمانوں کا خونِ ناحق ہو رہا ہے۔

شام اور عراق میں ''داعش'' کے نام پر رُوس، امریکہ اور برطانیہ کی جانب سے بے گناہ اور نہتّے عورتوں بچوں پر بے تحاشہ بمباری کے واقعات روز کا معمول بن چکے ہیں جن میں اب تک عورتوں بچوں سمیت لاکھوں افراد شہید ہو چکے ہیں جبکہ زخمیوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

اسی طرح برما میں بھی کئی دہائیوں سے نسل کُشی کی بنیاد پر مسلمانوں کا قتلِ عام جاری ہے، لیبیا و افغانستان کے حالات بھی کسی پر مخفی نہیں ہیں مگر اِس سب کچھ کے باوجود اقوامِ متحدہ سمیت دیگر عالمی ادارے اِس بربریت پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کشی کوئی افسانوی معاملہ نہیں ہے وہاں بھی تا حال لاکھوں مرد عورتیں اور معصوم بچے بھارتی خون ریزی کا شکار ہو چکے ہیں۔

ان تمام ناانصافیوں پر سے عالمی اداروں کے صرفِ نظر کرنے اور مسلمان حکمرانوں کی بے ضمیری کے نتیجے میں حالات دن بدن سنگین صورتِ حال اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ضروری ہو چکا ہے کہ عالمِ اسلام کی قیادت خود بھی بیدار ہو اور اپنے عوام کو بھی اصل حقائق سے آگاہی دے کر بیداری بخشے اور باہمی اتفاق واتحاد کی فضا قائم کرے تاکہ عالمِ کفر کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا کر اسلام کے علَم کو بلند سے بلند تر کر دیا جائے۔

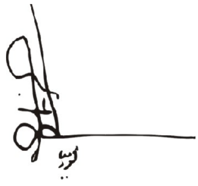

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً درسِ حدیث علٰی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

کثرتِ استغفار قرب کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ کے ایک صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ﴿ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ﴾ یعنی میں یہ نہیں پسند کرتا کہ اِس آیت کے بدلے مجھے ساری دُنیا ملے، آیت کا ترجمہ یہ ہے اے میرے بندو ! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتیاں کی ہیں حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیں گے ﴿اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ بے شک وہی بخشش اور نہایت رحم والا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ کا یہ اِرشاد سن کر ایک صحابی نے دریافت فرمایا کہ فَمَنْ اَشْرَکَ یعنی جو شرک کرے اُس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ فَسَکَتَ النَّبِیُّ ﷺ پس نبی اکرم ﷺ یہ سن کر خاموش ہوئے ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَکَ [1] تھوڑی دیر بعد اِرشاد فرمایا کہ ہاں وہ بھی جس نے شرک کیا ہو اور بعد میں تائب ہو چکا ہو۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۶۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اُس بندے کو بہت پسند فرماتے ہیں جو کامل الایمان ہو اور اُس سے گناہ ہو جاتا ہو اور وہ توبہ بار بار کرتا ہو، مقصد یہ ہے کہ گناہ تو سب سے ہوتا ہی رہتا ہے ہاں جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں وہی خدا کے عزیز اور مقرب بندے ہوتے ہیں، گویا توبہ و اِستغفار بندے کو حق تعالیٰ کا مقرب بنا دیتے ہیں اِس لیے تقرب اِلی اللہ کے حصول کے لیے بندگانِ خدا کثرت سے اِستغفار کرتے ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ حق تعالیٰ سے یہ دُعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا سَاؤُوا اسْتَغْفَرُوْا [1] یعنی یا اللہ ! مجھے اُن لوگوں میں سے کر دے کہ جب وہ اچھے کام کریں تو وہ خوش ہوں اور جب کوئی برائی کر بیٹھیں تو توبہ و اِستغفار کریں، گویا یہ تعلیم دی کہ تم خدا سے یہ دُعا کرتے رہو تا کہ خدا تعالیٰ تمہاری حالت یہ کر دے کہ نیکی کرو تو دل کو ٹھنڈک پہنچے اور گناہ کرو تو بے چینی اور ندامت پیدا ہو۔

بھاگوان اِنسان :

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا [2] یعنی وہ شخص بہت خوش قسمت ہے جو قیامت کے روز اپنے صحیفے (نامۂ اَعمال) میں بہت زیادہ اِستغفار پائے۔

بری موت سے پناہ :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بخشتے رہتے ہیں جب تک حجاب واقع نہ ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْحِجَابُ اے اللہ کے رسول ﷺ حجاب کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ . [3]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۵۷ [2] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۵۶ [3] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۶۱

کہ حجاب سے مراد یہ ہے کہ کسی کی موت شرک کی حالت میں واقع ہو جائے۔

ذات وصفات سے متعلق عقیدہ :

جنابِ رسالت مآب ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی حق تعالیٰ کے سامنے ایسے حال میں آئے کہ دُنیا میں کسی کو حق تعالیٰ کے برابر نہ جانا ہو پھر اُس پر پہاڑ جیسے گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ آخرکار اُسے بخش دیں گے [1] تو اللہ تعالیٰ کو اِس دُنیا میں پہچان لینا بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے، خدا تعالیٰ سے متعلق عقیدہ اگر ٹھیک نہ ہو تو سب کچھ بیکار رہوتا ہے کوئی عمل معتبر نہیں ہوتا، تمام اَنبیائے کرام نے یہی تعلیم دی ہے۔ اِنسان پر لازم ہے کہ حق تعالیٰ کے برابر کسی کو نہ سمجھے، اِسلام نے یہی بتایا ہے کہ خدا جیسا کوئی نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ اُس جیسی ذات کسی کی ہے نہ اُس جیسے صفات کسی کے ہیں، خدا جیسا سننے والا ہے ویسا کوئی دُوسرا سننے والا نہیں، خدا جیسا دیکھنے والا ہے ویسا کوئی دیکھنے والا نہیں، وہ ہر چیز سے بلند و بالا ہے ﴿ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ ﴾

دل کی سیاہی، مثال سے وضاحت :

گزشتہ درس میں دل کی سیاہی کا ذکر آیا تھا اُس کے متعلق یہ سمجھ لیجیے کہ دل کی سیاہی (جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے) ہمیں اِن ظاہری آنکھوں سے نظر آنی مشکل ہے اگر دل کو کھول کر بھی دیکھا جائے تو بھی نظر نہ آئے گی لیکن حقیقت وہ ہے جو جنابِ رسالت مآب ﷺ نے اِرشاد فرمائی اگرچہ ہمیں نظر نہ آسکتی ہو۔ اور اِس کی مثال یہ ہے کہ اِنسان کے دماغ میں سفیدی، سیاہی، سبزی وغیرہ کے تمام خاکے جو اُس نے دیکھے ہوں قوتِ حافظہ میں محفوظ رہتے ہیں یہ ایسی حقیقت ہے جو دِن رات ہر آدمی آزماتا ہے پھلوں پھولوں کے خیال کے ساتھ اُن کے رنگ یاد آجاتے ہیں، آدمیوں کے ساتھ اُن کے رنگ یاد آجاتے ہیں جن میں کپڑوں کی سفیدی، چہرہ کی سرخی، بالوں کی سیاہی وغیرہ سب یاد

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۶۲

آتے ہیں گویا یہ سب دماغ کے خزانے میں محفوظ ہیں حالانکہ اگر کسی دماغ کو کھول کر دیکھا جائے تو اِن میں سے کوئی بھی چیز موجود نظر نہ آئے گی تو اگر دماغ کھولنے والا یہ کہے کہ یہاں تو کوئی نقشہ یا رنگ نظر نہیں آرہا اِس لیے میں یہ نہیں مانتا کہ ذہن میں سیاہی یا سفیدی کا عکس ہوا کرتا ہے، بھلا یہ چیزیں دماغ میں محفوظ رہا کرتی ہیں ؟ تو ایسے آدمی کو بڑا بے عقل کہا جائے گا کیونکہ اگر دماغ میں کوئی خاکہ نہ ہوا کرتا اور کسی رنگ کا عکس دماغ میں نہ ہوتا تو آدمی ایک آدمی کو دیکھ کر دوبارہ نہ پہچان سکتا اپنے گھر سے نکلتا تو گھر واپس نہ آسکتا اور واپس آ بھی جاتا تو اپنے گھر والوں کو نہ پہچانا کرتا، ہر دفعہ نیا تعارف کرانا پڑتا[1] تو دماغ کی قوتوں کے خزانہ میں لامحالہ رنگین عکس کا وجود ماننا پڑے گا جیسے کہ ہر وقت تجربہ سے ثبوت ملتا رہتا ہے اور ہر پڑھا لکھا اور جاہل اِس بات کو سمجھ سکتا ہے۔

بالکل اِسی طرح ایک واقعی اور حقیقی سیاہی و سفیدی دلوں پر آتی ہے اور اِس کا تعلق گناہ اور نیکی سے ہوا کرتا ہے وہ ہی حدیث شریف میں بیان فرمائی گئی ہے۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۵/ جولائی ۱۹۶۸ء)

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر
اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

[1] اور دوسری طرف یہی حال باقی گھر والوں کا بھی ہوا کرتا !! تو کیا ہوتا ؟ (محمود میاں غفرلہٗ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۴ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حیاتِ مسلم

پیدائش سے وفات تک، اسلامی تقریبات وتعلیمات، سنن مستحبات بدعات ومکروہات

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَوْلِیٰئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۲۵۷)

''اللہ تعالیٰ ولی (ساتھی اور مددگار) ہے اُن کا جو اِیمان لائے، وہ اُن کو تاریکیوں سے نکال کر لاتا ہے نور (اور روشنی) کی طرف۔ اور جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو اُن کے ولی (مددگار اور ساتھی) سرکش اور مفسد (معبودانِ باطل) ہیں وہ اُن کو روشنی سے نکالتے اور تاریکیوں میں لے جاتے ہیں، سو یہ ہیں دوزخی ہمیشہ نارِ جہنم میں رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں انسان بنایا، اینٹ پتھر جھاڑ جھنکار یا کوئی جانور نہیں بنایا پھر اُس کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں مسلمان بنایا کفر و شرک کی اندھیری سے بچایا، ایمان کا نور عطا فرمایا اور جیسا کہ اُوپر لکھی ہوئی آیت میں ہے، احسان پر احسان یہ ہے کہ ہمیں اپنی ولایت اور دوستی عطا فرمائی، اپنی مدد اور سہایتا[1] کا اطمینان دلایا، کیا اللہ تعالیٰ کے اِن احسانوں کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہم دُعا کریں :

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾

''(اے اللہ) بتا ہم کو سیدھا راستہ، راستہ اُن کا جن پر تو نے انعام کیا، نہ راستہ اُن کا جو پھٹکارے گئے (جن پر غضب نازل ہوا) نہ راستہ اُن کا جو بھٹک گئے۔''

سیدھا راستہ :

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (سُورۃ الانعام : ۱۵۳)

''بے شک یہ ہے راستہ میرا سیدھا، بس اِسی پر چلو اور مت چلو (دُوسری) راہوں پر کہ خدا کی راہ سے بھٹکا کر تمہیں تتر بتر کردیں، یہ بات ہے جس کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔''

اِس آیت کی تشریح کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اُس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ سیدھی لکیر ''صراط مستقیم'' ہے، یہ اللہ کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے اور اِس کے دائیں بائیں جو راستے پھٹتے ہیں وہ شیطانی راستے ہیں، ہر ایک راستہ پر شیطان پکارتا ہے، ''اِدھر آؤ''[2]

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یہ شیطانی راستے شروع میں سیدھے راستے سے بالکل ملے ہوئے ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ اتنے دُور ہو جاتے ہیں کہ ملنے کا اِمکان نہیں رہتا ہے، شیطانی راستہ بھی سیدھا

---

[1] سہارا، حمایت، دوستی [2] ابن ماجہ، احمد، نسائی، دارمی

ہی جاتا ہے مگر اُس کا رُخ بدلا ہوا ہے تو اِس راستہ پر جتنا چلو گے اللہ کے سیدھے راستے سے دُور ہوتے جاؤ گے، معاذ اللہ !

بہتر فرقے اور اہلِ سنت والجماعت :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ : مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ .[1]

''آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا بنو اسرائیل کی ایک اُمت بہتر (۷۲) ملتوں (فرقوں) پر پھٹ گئی تھی اور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں پھٹ جائے گی، سب فرقے دوزخ میں جائیں گے صرف ایک فرقہ (ناجی ہوگا جو دوزخ سے محفوظ رہے گا)۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ فرقہ کون سا ہوگا یا رسول اللہ ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس پر میں (چل رہا ہوں) اور میرے اصحاب (ساتھی چلیں گے)۔''

اہلِ سنت والجماعت :

اِسی فرقہ کو ''اہلِ سنت والجماعت'' کہتے ہیں، ''سنت'' کے معنی ہیں آنحضرت ﷺ کا طریقہ اور ''الجماعت'' سے مراد ہے جماعتِ صحابہ۔ پس اہلِ سنت والجماعت وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر اِس طرح چلیں جس طرح صحابہ کرامؓ چلتے تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور جماعتِ صحابہ کی اتباع اور پیروی اس لیے ضروری ہے کہ یہ وہ جماعت ہے جس کی پاکی کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے کی اور اپنے کلامِ پاک میں اِن کو پختہ ایمان راشد اور ہدایت یافتہ ہونے کی سند عطا فرمائی، سورۂ فتح میں ارشاد ہے : ﴿ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا ﴾ (سُورہ فتح : ۲۶) ''اور جما دیا (پختہ کردیا) ان کو تقوے کی بات پر (کلمہ توحید پر جو تقوے کی بنیاد ہے) وہ اِس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اور اِس کے اہل ہیں۔''

---

[1] ترمذی شریف کتاب ابواب الایمان رقم الحدیث ۲۶۴۱

پھر سورہ حجرات میں اور تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ o فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(سُورة الحجرات : ۷،۸)

''اللہ تعالیٰ نے تم کو اِیمان کی محبت دے دی اور اُس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا، اور کفر و فسق اور عصیان سے تم کو پوری پوری نفرت دے دی، یہی ہیں وہ جو اَلرَّاشِدُوْنَ (ہدایت پانے والے) ہیں ،اِن پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے (اُس نے جان بوجھ کر ہی یہ انعام دیا اور یہ فضل فرمایا)۔''

اسی مضمون کی تعبیر آنحضرت ﷺ نے اس طرح فرمائی اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ [۱] ''میرے ساتھیوں کی مثال تاروں جیسی ہے جن کی بھی پیروی کرلو گے راستہ پالو گے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

''یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھی پوری اُمت میں سب سے افضل ،اِن کے دل پوری اُمت میں سب سے زیادہ نیک، پوری اُمت میں اِن کے علم سب سے زیادہ گہرے، ایسے سادہ کہ تکلف (بناوٹ) کا نام و نشان نہیں، اللہ تعالیٰ نے (تمام کائنات میں) اِن کو اپنے نبی کی دوستی اور رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا، بس ضروری ہے کہ اُن کی فضیلت پہچانو اور اُن کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک تمہارے امکان میں ہو اُن کے اخلاق اور اُن کی سیرتوں (خصلتوں) کو مضبوطی سے سنبھالو کیونکہ وہ ھُدیٰ مستقیم پر تھے۔'' (مشکوۃ باب الاعتصام)

بدعت :

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

---

[۱] مشکوۃ شریف کتاب المناقب رقم الحدیث ۶۰۱۸

(۱) مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ . (متفق علیہ)

''جو شخص ہمارے اِس کام میں ایجاد کرے کوئی ایسی بات جو اِس میں سے نہیں ہے وہ رَد ہے۔''

(۲) کُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ . (سُنن ابن ماجہ ص ۶)

''ہر ایک ایجاد کی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حضرات فقہاءِ کرام نے بدعت کی تعریف یہ کی ہے :

مَا اَحْدَثَ عَلٰی خِلَافِ الْحَقِّ الْمُتَلَقّٰی عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْ عِلْمٍ اَوْ عَمَلٍ اَوْ حَالٍ اَوْ صِفَۃٍ بِنَوْعِ اِسْتِحْسَانٍ وَ طَرِیْقِ شُبْھَۃٍ وَجَعَلَ دِیْنًا قَدِیْمًا وَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا [۱]

''بدعت وہ جو اِیجاد کی گئی ہو اُس حق کے خلاف جو حاصل کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ سے، وہ کوئی علم (عقیدہ) ہو یا عمل ہو یا کوئی حالت ہو (ایجاد کیا گیا ہو) کسی پسندیدگی اور اچھا معلوم ہونے اور مشابہت کی بنا پر اُس کو دینِ قدیم اور صراطِ مستقیم قرار دے دیا گیا ہو۔''

توضیح وتشریح :

(1) دُنیا میں آئے دن تبدیلیاں آتی رہتی ہیں موسم بدلتے ہیں جماعتیں بدلتی ہیں حکومتیں بدلتی ہیں اسی طرح نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں، موٹر ایجاد ہوئی، ریل ایجاد ہوئی، ہوائی جہاز ایجاد ہوئے اِن کو بدعت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اِن میں سے کسی کو بھی دین کا کام اور دین نہیں سمجھا جاتا۔

(2) کھیل تفریح کی بہت سی باتیں ایجاد ہوئیں اور ایجاد ہوتی رہتی ہیں اُن میں بہت کچھ دولت فضول اور بیکار لٹائی جاتی ہے، بڑھیا سے بڑھیا پُر تکلف دعوتیں ہوتی ہیں، مجلسوں اور مکانوں کو بڑی شان سے سجایا جاتا ہے، سامانِ آرائش پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے، دعوتی کارڈ زیادہ سے زیادہ خوبصورت منتخب کیے جاتے ہیں سینکڑوں ہزاروں روپے اِن کارڈوں پر ہی خرچ کر دیا جاتا ہے کہیں

---

[۱] شرح نقایہ ومراقی الفلاح وطحطاوی

باجے بھی بجتے ہیں گانا بھی ہوتا ہے، رشتہ داروں کو جوڑے دیے جاتے ہیں، دوستوں کو ہدیے اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، ان باتوں کو حرام مکروہ تحریمی اور گناہ کہا جاتا ہے مگر بدعت نہیں کہا جاتا کیونکہ اِن کو دُنیا کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے، خود کرنے والے سمجھتے ہیں اور پوچھا جائے تو یہی کہتے ہیں کہ ناک اُونچی رکھنے کی باتیں ہیں نمائش اور ٹھاٹھ ہے، اللہ معاف کرے اِن فضولیات کو دین کا کام کوئی نہیں سمجھتا۔

(3) آنحضرت ﷺ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہو کر مجلس جماؤ چراغاں کرو چادر چڑھاؤ میلہ لگاؤ یا عرس کرو، اِسی طرح کسی صحابی یا کسی ولی شیخ یا پیر کے مزار پر کوئی ایسا کام کرو، لامحالہ اُس کو دین کا کام سمجھا جائے گا اور ثواب تبرک اور دین کا کام ہی سمجھ کر اِن کو کیا جاتا ہے پس اگر دین میں اِس کو کرنے کی ہدایت نہیں ہے اور آپ نے دل کے شوق سے یہ کام کر لیا ہے تو اِس کو بدعت کہا جائے گا کیونکہ یہ دین میں ایجاد ہے۔ اس طرح کی باتیں پہلی اُمتوں میں بھی ہوتی رہی ہیں آنحضرت ﷺ نے اِن کو حرام قرار دیا اور کرنے والوں کے متعلق نہایت سخت الفاظ فرمائے ہیں مثلاً

(الف) مرض الوفات کا واقعہ ہے جس کو سیّدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا ہے کہ سیّد الکونین محبوب رب العالمین ﷺ کو بخار بہت تیز تھا وہ گلیم مبارک [1] جو زیبِ تن تھا اُس کو آپ چہرہ انور پر ڈال لیتے تھے اور جب گھبراہٹ ہوتی تو ہٹا دیتے تھے اِسی حالت میں آپ نے فرمایا :

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ، يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا . (بخاری شریف کتاب الصلاة رقم الحدیث ۴۳۵)

''خدا لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر، انہوں نے بنا لیا اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں، آپ کا منشاء یہ تھا کہ مسلمان ایسی حرکتوں سے باز رہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

لَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا. [2]

---

[1] مبارک کملی [2] بخاری شریف کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۴۴۱

''اگر یہ (خطرہ) نہ ہوتا تو قبر مبارک کھلی رکھی جاتی مگر یہ خدشہ ہوا کہ آپ کے مزارِ مقدس کو سجدہ گاہ بنالیں گے۔'' اِس لیے قبر مبارک کا حجرہ بند کر دیا گیا۔

(ب) اسی بیماری کے زمانہ میں حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہما نے اُن کنیسوں[۱] کا ذکر کیا جو اُنہوں نے حبشہ میں دیکھے تھے (جس زمانہ میں یہ ہجرت کر کے وہاں گئی تھیں) اور یہ بھی ذکر کیا کہ یہ بڑے خوبصورت ہیں ان میں تصویریں بھی ہیں، آنحضرت ﷺ (ان کی طرف متوجہ ہوئے) سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا :

اِنَّ اُولٰئِکَ اِذَا کَانَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِیْہِ تِلْکَ الصُّوَرَ فَاُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ . [۲]

''اُن لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی نیک آدمی وفات پا جاتا تھا تو اُس کی قبر پر مسجد بناتے پھر اُنہوں نے اس (مسجد) میں تصویریں بھی بنالیں، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے برے اور بدتر ہوں گے۔''

(ج) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

نَھَی النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْھَا وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْھَا وَ اَنْ تُوْطَأَ. [۳]

''آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا اِس سے کہ قبروں کو پکا بنایا جائے اور اِس سے کہ قبروں پر لکھا جائے اور اِس سے کہ اِن پر تعمیر کی جائے اور اِس سے کہ اِن پر چلا (پھرا) جائے۔''

(د) نسائی شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود میں نے سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا :

لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ . (سُنن ابی داوٗد کتاب المناسک رقم الحدیث ۲۰۴۲)

---

[۱] گرجا گھروں [۲] بخاری شریف کتاب الصلٰوۃ رقم الحدیث ۴۲۷

[۳] سُنن ترمذی ابواب الجنائز رقم الحدیث ۱۰۵۲

''اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو (کہ صرف آرام کرنے اور سونے کے کام میں لاؤ، نہ نفلیں پڑھو نہ تلاوت کرو، نہ اللہ کا ذکر کرو) اور میری قبر کو عید نہ بناؤ (کہ اِس پر اکٹھے ہو کر تیوہار مناؤ عرس کرو) اور مجھ پر درود پڑھتے رہو تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔''

خلاصہ یہ کہ جو کام بظاہر اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن شریعت میں نہ اُن کے متعلق واضح ہدایت ہے اور نہ کوئی اِشارہ ہے اُس کو اگر دین کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے تو وہ ''بدعت'' ہے، مرنے کے بعد میت کے لیے جو کام کیے جاتے ہیں یا قبرستان میں یا مزارات پر پہنچ کر جو کام کرتے ہیں وہ عمومًا اچھے نیک ثواب یا متبرک سمجھ کر کیے جاتے ہیں لہٰذا وہ بدعت ہوں گے اگر شریعت میں اُن کے متعلق ہدایت یا اجازت نہیں ہے۔

فریضۂ تربیت :

بیوی بچوں اور ضرورت مند ماں باپ اور مفلس و محتاج رشتہ داروں کا خرچ برداشت کرنا آپ کی ایک تمنا رہتی ہے اور آپ اِس کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ بیوی اور بچے تندرست رہیں، وہ بیمار پڑ جاتے ہیں تو آپ دل کھول کر علاج کرتے ہیں اور اِس کو اپنا فرض سمجھتے ہیں آپ اُن کو ہر طرح آرام پہنچاتے ہیں اُن کے لیے مکان بناتے ہیں جائیدادیں خریدتے ہیں اور اُن کی زندگی کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں یہ سب کچھ آپ اِس مادّی زندگی کے لیے کرتے ہین جس کو اَلْحَیَاۃُ الدُّنْیَا دُنیاوی زندگی یا موجودہ زندگی کہا جاتا ہے جو چند روزہ ہے جو ختم ہونے والی ہے اگر سو سال سوا سو سال کی عمر ہوگئی تب بھی چند روزہ ہی ہے مگر ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور اتنی بات تو غیر مسلم بھی مانتے ہیں کہ یہ زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر انسان ختم نہیں ہوتا انسان پھر بھی باقی رہتا ہے پھر بھی وہ زندہ رہتا ہے مگر اُس زندگی کا نام اَلْحَیَاۃُ الْاٰخِرَۃُ آخروی زندگی ہے جو موت کے بعد سے شروع ہوتی ہے پھر اُس کے ختم ہونے کی حد نہیں، قرآنِ حکیم نے اسی کو حقیقی زندگی فرمایا ہے ﴿اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ﴾[1] ''بے شک دارِ آخرت

[1] سُورۃ العنکبوت : ۶۴

وہی ہے زندگی ۔'' اور آنحضرت ﷺ نے اُسی کو دانشمند اور عقلمند قرار دیا ہے جو بعد الموت والی زندگی کے لیے محنت کرے۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ . (ترمذی شریف ابواب صفة القیامة رقم الحدیث ۲۴۵۹)

''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو تابع اور مطیع بنائے (اُس سے محاسبہ کرتا رہے) اور بعد الموت کے لیے عمل کرتا رہے، اور عقل و دانش سے عاجز (نادان اور بے خوف) وہ ہے جو اپنے نفس کے پیچھے چلتا رہے (خدا پرست بننے کے بجائے نفس پرست بنا رہے) اور پھر یہ بھی آرزو لگائے رکھے (کہ بلا حساب کتاب بخشا جائے گا اور بلا کیے دھرے جنت میں پہنچ جائے گا)۔''

اسلام نے جس طرح موجودہ زندگی میں اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں کا انتظام کرنا مسلمانوں کے لیے لازم اور فرض کیا اسی طرح یہ بھی فرض کیا کہ مسلمان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اُخروی زندگی کو درست کرنے کی بھی کوشش کرے اور اپنی پوری محنت، توجہ اور پوری جدوجہد اِس میں صرف کردے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ [1]

''اے ایمان والو ! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے جس کا ایندھن ہوں گے انسان اور پتھر۔''

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا﴾ (سُورة التحریم : ۱۳۲)

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جا۔''

سرپرستوں کے فرائض :

محبوب رب العالمین ﷺ کا اِرشاد ہے :

---

[1] سُورة التحریم : ٦

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ . [1]

''جو بچہ پیدا ہوتا ہے ایک ہی مقررہ فطرت (ایک ہی انداز) پر پیدا ہوتا ہے،

یہ کام ماں باپ کا ہے کہ وہ اُس کو یہودی بنادیں یا عیسائی بنادیں یا مجوسی بنادیں۔''

جب بچہ کی سادہ فطرت میں رنگ آمیزی ماں باپ کا کام ہے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی اولاد کے معصوم ذہنوں اور اُن کی پاک فطرت میں اِسلام کا رنگ بھر دیں۔

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۳۸)

''ہم نے لیا رنگ اللہ کا، اور کس کا رنگ ہوسکتا ہے اللہ سے بہتر۔''

اِس کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے بچہ زبان کھولے آپ اُس کو ''اللہ'' کا نام بتائیں ''محمد'' یاد کرائیں پھر کلمہ طیبہ سکھائیں، رفتہ رفتہ عقائدِ اسلام اُس کے ذہن نشین کرائیں، بتلایئے کہ اللہ ایک ہے اُس نے ہمیں ہمارے ماں باپ اور سارے جہان کو پیدا کیا وہی رزق دیتا ہے وہی تندرستی دیتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے اُسی کے حکم سے موت آتی ہے اُسی کے حکم سے بارش برستی ہے پودے اُگتے ہیں پھول کھلتے ہیں پھل آتے ہیں وغیرہ۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ سارے جہان میں سب سے افضل ہیں آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

انسان جو کچھ کرتا ہے فرشتے اُس کو لکھتے رہتے ہیں نیکی کرو گے تو نیکی پاؤ گے بدی کرنے والوں کو بدی ملتی ہے، قیامت ہوگی حساب و کتاب ہوگا، مسلمان بچہ بات کا سچا زبان کا پکا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، رفتہ رفتہ سکھاتے رہیے کسی دن کوئی بات بتادی کسی دن کوئی بات، اسی طرح رفتہ رفتہ بچہ کو ملنے سلام کرنے مصافحہ مزاج دریافت کرنے کا طریقہ بھی بتادیجئے کھانے پینے کے آداب بھی بتادیجیے، نوالہ چھوٹا لو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ، کھانے میں چپر چپر کی آواز نہ نکالو، اپنے سامنے سے کھاؤ، آہستہ کھاؤ، پلیٹ صاف کرو، ادب سے بیٹھو، تکیہ لگا کر نہ بیٹھو، پانی داہنے ہاتھ سے پیو، تین سانس میں پیو، کھڑے ہوکر مت پیو، کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہو، پانی بھی بسم اللہ کہہ کر پیو، پاک کاموں کے لیے داہنا

---

[1] بخاری شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۳۸۵

ہاتھ استعمال کرو، ناپاک کے لیے بایاں، بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرو، یہ بھی بتادیجیے کہ جھوٹ مت بولو، کسی کے پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، کسی کی نقل نہ اُتارو، بڑوں کا ادب کرو، گھر میں جاؤ تو سلام کرو، گالی گندی بات ہے کسی کو گالی نہ دو، برا نہ کہو، کسی قوم کے بڑوں کو برا مت کہو وہ تمہارے بڑوں کو برا کہے گا۔

نماز کی تعلیم و تربیت :

جب بچہ کی عمر سات سال کی ہو جائے تو نماز سکھاؤ رفتہ رفتہ نماز کا عادی بناؤ، دس سال کی عمر میں بچہ کو نماز کا پابند ہو جانا چاہیے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

عَلِّمُو الصَّبِیَّ الصَّلٰوۃَ ابْنَ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْہُ عَلَیْھَا ابْنَ عَشْرٍ.[۱]

''بچہ سات سال کا ہو تو اُس کو نماز سکھادو، دس کا سال کا ہو جائے (اور نماز چھوڑے) تو اُس کو مارو۔''

ناجائز پوشاک وغیرہ :

نابالغ بچہ مکلّف نہیں ہوتا اچھے کاموں کا ثواب اُس کو ملتا ہے مگر اچھے کام اُس پر فرض نہیں ہوتے، اِس زمانہ میں اچھے برے کی ذمہ داری ماں باپ اور سرپرست پر ہوتی ہے، سچے گوٹے ٹھپے یا ریشم کا لباس بچہ کو پہنایا جائے یا سونے چاندی کا کوئی زیور لڑکے کو پہنایا جائے سونے چاندی کا کوئی قلم بچہ کو دیا جائے یا سونے چاندی کے برتن میں کھانا کھلایا جائے تو اِس کا گناہ سرپرست کو ہوگا لہٰذا خود بھی بچو اور بچہ کو بھی بچاؤ۔

اجرِ عظیم :

آخرت کا نقشہ سامنے رکھیئے اور اِس میں اچھے رنگ بھرتے چلے جائیں اور اہل وعیال کی تربیت کرتے چلے جائیں، تو آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ جو کچھ بھی آپ خرچ کریں گے آپ کو اُس کا ثواب ملے گا حتی کہ بیوی کے منہ میں نوالہ رکھیں گے تو اِس کا بھی ثواب ملے گا۔

---

[۱] ترمذی شریف ابواب الصلاۃ رقم الحدیث ۴۰۷

اگر کسی غریب مسکین پر آپ خرچ کریں تو اس کا ثواب اکہرہ ہوگا لیکن بال بچوں کی شرعی ضرورتوں پر خرچ کریں تو اس کا ثواب دوھرا ہوگا ، ایک ضرورت پوری کرنے کا ثواب دوسرا ثواب صلہ رحم کا کہ اپنے عزیز رشتہ دار سے آپ نے اچھا سلوک کیا ، اس کا بھی ثواب ملتا ہے ۔ (جاری ہے)

وفیات

۲ ؍دسمبر کو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد نوشہرہ سانسی گوجرانوالہ میں انتقال فرما گئے اللہ تعالیٰ مفتی صاحبؒ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر آخرت کے بلند درجات نصیب فرمائے ، آمین ۔

۳۰ ؍نومبر کو خالد شفیع صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئیں ۔

۱۰ ؍دسمبر کو حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کلورکوٹی کے داماد اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات پا گئے ، اس ناگہانی حادثہ پر اللہ تعالیٰ مولانا اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے اہلِ خانہ کی کفالت فرمائے ، آمین ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے ۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ، آمین ۔

سلسلہ نمبر : ۱ قسط : ۱

"خانقاہِ حامدیہ" کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہ العزیز کے مضامین شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کے مضامین ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔(اِدارہ)

جمالِ مومن یا اسلامی یونیفارم

ایک سوالیہ مکتوب بخدمت حضرت شیخ الاسلامؒ اور اُس کا جواب

جناب مولانا صاحب سلامت، آداب کے بعد عرض ہے کہ میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں اُمید ہے کہ آپ اپنے کثیر مشاغل کے باوجود مجھ پر کرم فرما کر جواب سے نوازیں گے، میں میرٹھ کالج میں پڑھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ شریعتِ حقہ کی پابندی کروں ان ہی شرعی پابندیوں میں سے داڑھی ہے جو اَلحمد للہ کہ میں ابھی تک رکھے ہوئے ہوں مگر مولانا صاحب میں داڑھی رکھ کر سخت پریشان ہو گیا ہوں کیونکہ کالج کی فضا میں داڑھی رکھنا گویا سب احباء کے مذاق اور طعنہ ہائے دلخراش مول لینا ہے، احباء کہتے ہیں کہ :

(۱) داڑھی سے آدمی برا اور جنگلی معلوم ہوتا ہے۔

(۲) گو ہمارے نبی کریم ﷺ نے داڑھی رکھی تھی مگر چونکہ اُس وقت عرب میں رواج تھا اس لیے رکھی تھی مگر اب رواج نہیں اس لیے ضروری چیز نہیں۔

(۳) آج کل مقابلہ کے امتحانات میں داڑھی کی وجہ سے ناکامیابی ہوتی ہے اس لیے کہ ممتحن یہ سمجھتا ہے کہ اِس کی عمر زیادہ ہے یا یہ کہ اولڈ فیشن کا آدمی ہے۔

بہر حال یہ اعتراضات کیے جاتے ہیں، اُن معترضین سے یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے داڑھی رکھی تھی کافی نہیں ہوتا اس لیے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آپ دین و دُنیا کے ماہر ہیں آپ داڑھی کی شرعی حیثیت اور اُس کی حکمتیں بتلائیں تا کہ میں اوروں کو بھی بتلا سکوں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں مسنون ہے مگر اب ضروری نہیں اس لیے بھی آپ کے فتوے کا منتظر ہوں اور اِسی پر عمل کروں گا، فقط

میرٹھ کالج کا ایک طالب علم

جواب : ☆

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، میں نہایت ہی عدیم الفرصت ہوں پھر اِس پر طرہ یہ ہوا کہ بعض بیماریوں میں مبتلا ہو گیا، آج کچھ طبیعت سنبھلی ہوئی ہے تو مختصر کچھ عرض کرتا ہوں مگر مقصد پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید پر آنجناب غور فرمالیں :

(الف) ہر نظامِ سلطنت میں مختلف شعبوں کے لیے کوئی نہ کوئی یونیفارم مقرر ہے، پولیس کا یونیفارم اور ہے فوج کا اور ہے، سوار کا اور ہے پیادہ کا اور ہے، بری فوج کا اور ہے بحری فوج کا اور ہے، ڈاکخانہ کا اور ہے ریلوے کا اور، پھر افسروں کا اور ہے ماتحتوں کا اور، پھر اِس پر مزید تاکید اور سختی یہاں تک ہے کہ ڈیوٹی ادا کرتے وقت اگر یونیفارم میں کوئی ملازم نہیں پایا جاتا تو مستوجبِ سزا شمار کیا جاتا ہے، خاص پادشاہی فوجیوں کا اور یونیفارم ہے ندماء اور وزراءِ مقربین کا اور، یہ حال تو صرف ایک ہی سلطنت کا ہے کہ اُس کے مختلف شعبوں میں علیحدہ علیحدہ یونیفارم رکھا جاتا ہے اور جس طرح ڈیوٹی دینے والا بغیر یونیفارم مجرم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرے شعبہ کا یونیفارم پہن کر آجائے اور افسروں کو اطلاع ہو جائے تو وہ بھی اسی طرح یا اس سے زیادہ مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

جس طرح بغیر یونیفارم کے آنے والا ملازم مجرم قرار دیا جاتا ہے اور جس طرح یہ اَمر ایک

نظامِ سلطنت اور حکومت میں ضروری خیال کیا جاتا ہے اسی طرح اقوامِ و ملل میں بھی ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اگر آپ تفحص کریں گے تو انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریلیا، امریکہ وغیرہ کو پائیں گے کہ وہ اپنے اپنے نشانات جھنڈے یونیفارم علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں، واقف کار شخص ہر ایک کے سپاہی کو دوسرے سے تمیز کر سکے گا اور اِسی سے میادین جنگ اور ملکی و سیاسی مقامات میں امتیاز کیا جاتا ہے، ہر قوم اور ہر ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانوں کو محفوظ رکھنا از حد ضروری سمجھتی ہے بلکہ بسا اوقات اس میں خلل پڑنے سے سخت سے سخت وقائع پیش آجاتے ہیں، کسی حکومت کے جھنڈے کو گرا دیجئے کوئی توہین کر دیجیے کہیں سے اُکھاڑ دیجئے دیکھئے کس طرح جنگ کی تیاری ہو جاتی ہے، یہ یونیفارم صرف لباس ہی میں نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی جسم میں بھی بعض بعض علامتیں رکھی جاتی ہیں، بعض قوموں میں ہاتھ میں یا جسم میں گودنا گودا جاتا ہے بعض میں کان یا ناک چھید کر حلقہ ڈالا جاتا ہے بعض میں بال باقی رکھے جاتے ہیں بعض میں سر پر چوٹی رکھی جاتی ہے۔ الغرض یہ طریقہ امتیاز شعبہ ہائے مختلفہ اور اقوام و حکومت اور ملل کا ہمیشہ سے اور تمام اقوام میں اطرافِ عالم میں چلا آتا ہے اگر یہ نہ ہو تو کوئی محکمہ اور کوئی قوم اور کوئی حکومت دوسرے سے ممیّز نہ ہو سکے، ہم کو کس طرح سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فوجی ہیں یا ملکی، پولیس ہے یا ڈاکیا، ریلوے کا ملازم ہے یا بحری جہازوں کا افسر ہے یا ماتحت جرنیل ہے یا میجر، اسی طرح ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ شخص روسی ہے یا فرانسیسی، امریکن ہے یا آسٹرین وغیرہ وغیرہ، ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس کا لحاظ ضروری سمجھا گیا ہے۔

(ب) جو قوم اور جو ملک اپنے یونیفارم کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں منجذب ہو گئی حتی کہ اُس کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا، اسی ہندوستان میں یونانی آئے، سنتھین آئے، افغان آئے، آریہ آئے، تاتاری آئے، ترک آئے، مصری اور سوڈانی آئے مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں آج اُن میں سے کیا کوئی ملت یا قوم ممیّز ہے ؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتلائی جا سکتی ہے، سب کے سب ہندو قوم میں منجذب ہو گئے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اکثریت کے

یونیفارم کو اختیار کرلیا، دھوتی، چوٹی، ساڑھی، رسم ورواج وغیرہ میں انہیں کے تابع ہو گئے اس لیے ان کی ہستی مٹ گئی، باجود اختلافِ عقائد سب کو ''ہندوقوم'' کہا جاتا ہے اور کسی کی قومی ہستی جس سے اُس کی امتیازی شان ہو باقی نہیں۔ ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم کو قائم رکھا وہ آج اپنی قومیت اور ملیت کا تحفظ اور امتیاز رکھتے ہیں۔

پرشین قوم ہندوستان میں آئی، ہندوقوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا، عورتوں کا یونیفارم بدلوادیا، معیشت اور زبان بدلوادی مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی بالآخر آج زندہ قوم اور موجود ممتاز ملت ہیں

سکھوں نے اپنی امتیازی وردی قائم رکھی سر اور داڑھی کے بالوں کو محفوظ رکھا آج اُن کی قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے۔

انگریز سولہویں صدی کے آخر میں آیا تقریبًا ڈھائی سو برس گزر گئے ہیں نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے مگر اُس نے اپنا یونیفارم کوٹ پتلون، ہیٹ، کالر، نکٹائی اِس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑا یہی وجہ ہے کہ اُس کو پینتیس کروڑ والا ملک اپنے میں ہضم نہ کرسکا اُس کی قوم اور ملت علیحدہ ملت ہے اُس کی ہستی دنیا میں قابلِ تسلیم ہے۔

مسلمان اِس ملک میں آئے اور تقریبًا ایک ہزار برس سے زائد ہوتا ہے کہ جب سے آئے ہیں اگر وہ اپنے خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو آج اسی طرح ہندوقوم میں نظر آتے جیسے کہ مسلمانوں سے پہلے آنے والی قومیں ہضم ہو کر اپنا نام ونشان مٹا گئیں، آج بجز تاریخی صفحات کے ان کا نشان کرۂ ارض پر نظر نہ آتا۔

مسلمانوں نے نہ صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنا یونیفارم پہنانا چاہا چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے صرف یہی نہیں کیا کہ پاجامہ، کرتہ، عبا، قبا، عمامہ، دستار محفوظ رکھا بلکہ مذہب، اسماءِ رجال ونساء[1] تہذیب وکلچر، رسم ورواج، زبان وعمارت

---

[1] مردوں اور عورتوں کے نام

وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا اس لیے اُن کی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی اور جب تک اس کی مراعات رکھیں گے رہے گی اور جب چھوڑیں گے مٹ جائیں گے۔

(ج) ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اِس کی کوشش کی ہے کہ اُس کا یونیفارم، اُس کا کلچر، اُس کا مذہب، اُس کی زبان دوسروں پر غالب اور دوسرے ممالک واقوام میں پھیل جائے، آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو، کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلابات کو غور سے دیکھو، دُور کیوں جاتے ہو عربوں اور مسلمانوں کے اُولوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں زبانِ عربی صرف ملکِ عرب کی زبان تھی، عراق، سیریہ، فلسطین، مصر، سوڈان، الجیریا، ٹیونس، مراکش، فارس، صحراءِ لیبیا، سینگال، حرت وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا نہ مذہب اِسلام سے نہ اسلامی رسم ورواج سے مگر عربوں نے اِن ملکوں میں اس طرح اپنی زبان اپنا کلچر اپنی تہذیب جاری کردی کہ وہاں کی غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم اسی کلچر، اسی تہذیب اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں، اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں، عربی خاندان، ترکی برادریاں، بڑی بڑی ذاتیں وغیرہ وغیرہ اِن دیار میں سب کی سب منہضم ہوگئی ہیں اگر کسی کو اپنی ذات اور خاندان کا کچھ علم بھی ہے تو وہ بھی خیالِ خواب ہے، سب کے سب اپنے کو عرب ہی سمجھتے ہیں اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں انگلستان کو دیکھئے یہ اپنے جزیرہ سے نکلتا ہے کینیڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوزی لینڈ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کرکے اپنی زبان اپنا کلچر اپنی تہذیب اپنا مذہب اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے، جو لوگ اس کے مذہب میں داخل بھی نہیں ہوتے وہ بھی اس کی تہذیب اور فیشن وغیرہ میں منجذب ہوجاتے ہیں اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر اپنی وہ مردہ زبان ''سنسکرت'' جس کو تاریخ کسی طرح عام زبان ہندوستان یا کم از کم آریہ نسل کی نہیں بتا سکتی آج اس کی اشاعت کی پر زور کوشش کر رہی ہے، اس کا لکچر ارکھڑا ہوتا ہے اور فیصدی پچاس یا اس سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو نا قابلِ فہم

بنا دیتا ہے خود اُس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی اور بالخصوص اس کا مذہبی واعظ تو تقریبًا اَسی نوے فیصدی الفاظ سنسکرت اور بھاشا کے بولتا ہے مگر بات یہ ہے کہ اس کی قوم اس کو بنظر استحسان ہی دیکھتی ہے، بڑے بڑے گروکل اور ودیا پیٹھ اس زبانِ مردہ کو زندہ کرنے کے لیے جاری کیے جارہے ہیں حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا موجود نہیں ہے اور غالبًا پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک زبان نہ تھی وہ انتہائی کوشش کررہا ہے کہ تمام ہندوستان میں اس کے قدیم رسم خط کو جاری کیا جائے حالانکہ وہ نہایت ناقص رسمِ خط ہے وہ اپنی انتہائی کوشش کررہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے، ایم ایل سی، ایم ایل اے، اسمبلی کا پریزیڈنٹ، کونسل کا پریزیڈنٹ، اُس کی قوم کا جج ڈپٹی کلکٹر وغیرہ وغیرہ دھوتی باندھ کر سر کھول کر قمیص پہن کر برسرِ اجلاس آتا ہے حالانکہ دھوتی میں پاجامہ سے بدرجہا زیادہ کپڑا خرچ ہوتا ہے، پردہ بھی پورا نہیں ہوتا، سردی اور گرمی سے بھی پوری حفاظت نہیں ہوتی، باوجود اِن سب امور کے پاجامہ پہننا اختیار نہیں کرتا چوٹی سر پر رکھنا جنیو[1] لگانا ضروری سمجھتا ہے۔ یہ کیا چیزیں ہیں ؟ کیا یہ قومی شعار، قومی یونیفارم نہیں ہے ؟ کیا اسی وجہ سے وہ اپنی ہستی کی صورت نہیں نکال رہا ہے ؟

گرونانک اور اس کے اتباع نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں تو بال کا نہ منڈانا داڑھی کا نہ کترانا یا منڈانا، لوہے کے کڑے کا پہننا، کرپان کا رکھنا قومی یونیفارم بنادیا، آج اِس شعار پر سکھ قوم مری جاتی ہے اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکالیف سہتی ہے مگر بالوں کا کتروانا یا منڈانا قبول نہیں کرتی اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے دُنیا سے اس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اُتر جائے گی۔

مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دُنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہوسکتا ہے اور باقی جب ہی رہ سکتا ہے جبکہ وہ اپنے لیے خصوصیات وضع قطع میں، تہذیب و کلچر میں، بود و باش میں، زبان اور عمل میں کرلے، اس لیے ضروری تھا کہ مذہب اِسلام جو کہ اپنے عقائد اخلاق

---

[1] وہ بٹا ہوا دھاگہ جسے ہندو لوگ بدھی کی طرح گلے میں ڈالتے ہیں۔ محمود میاں غفرلہٗ

واعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہب دُنیاویہ اور تمام اقوامِ عالم سے بالاتر تھا اور ہے، خصوصیات اور یونیفارم مقرر کرے اور ان کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہو، ان کے لیے جان لڑادے، اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الٰہی بندوں کی یونیفارم ہوں جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہو جائے اور ان کی بنا پر باغیان اور بندگانِ بارگاہ الوہیت میں تمیز ہوا کرے چنانچہ یہی راز مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ [1] کا ہے جس پر بسا اوقات نوجوانوں کو بہت غصہ آجاتا ہے اِسی بنا پر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اپنے تابعداروں کے لیے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمائے، کہیں فرمایا جاتا ہے فَرْقُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ عَلَی الْقَلَانِسِ [2] ہم میں اور مشرکین میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے۔ اسی بنا پر مخالفت اہلِ کتاب مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی ہے، اسی بنا پر اِزار اور پاجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم کیا گیا تا کہ اہلِ تکبر سے تمیز ہو جائے، اسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں جن کے بیان میں بہت طول ہے اور جن میں یہودیوں سے نصاریٰ سے مجوسیوں سے مشرکوں سے امتیاز اور علیحدگی کا حکم کیا گیا ہے اور اِن امور کو ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مردوں اور مردوں کو عورتوں سے علیحدہ علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، اور عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد اور مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت کو لعنت کی گئی ہے، ان ہی امور میں سے عربی میں خطبہ جاری کرنا بھی ہے اور ان ہی امور میں سے مونچھ کا منڈانا اور کتروانا اور داڑھی کا بڑھانا بھی ہے۔

(۱) صحیح بخاری اور مسلم میں ہے خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَ فِّرُوا اللُّحٰی وَاحْفُو الشَّوَارِبَ [3] جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَ اَرْخُوا اللُّحٰی خَالِفُوا الْمَجُوْسَ [4] مَنْ لَّمْ یَأْخُذْ شَارِبَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا . [5]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب اللباس رقم الحدیث ۴۳۴۷ [2] مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۴۳۴۰

[3] بخاری شریف کتاب اللباس رقم الحدیث ۵۸۹۲ [4] مسلم شریف کتاب الطہارۃ رقم الحدیث ۵۵

[5] سُنن نسائی کتاب الطہارۃ رقم الحدیث ۱۳

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایتیں کتبِ حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں مشرکین اور مجوس داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ اَمر اُن کے مخصوص یونیفارم میں داخل تھا، بنابریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کا جو کہ اُن کے یونیفارم کے خلاف ہو حکم کیا جائے، نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لوگوں کا داڑھی بڑھانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل اُس زمانہ میں عرب کے اُس رواج کی وجہ سے ہے جو کہ اُس میں جاری تھا کہ داڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے بلکہ اُس زمانہ میں بھی مخالفینِ اسلام کا یہ شعار تھا۔

جس طرح اس قسم کی روایاتِ مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوس کا تھا اس لیے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو اِن کے خلاف یونیفارم دیا جائے تاکہ تمیز کامل ہو اِسی طرح حدیث عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَ اِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ الخ [1] بتلا رہی ہے کہ بارگاہِ خداوندی کے خاص مقربین اور ندیموں (انبیاء اور مرسلین علیہم السلام) کے یونیفارم میں سے مونچھوں کا کتروانا اور داڑھی کا بڑھانا ہے کیونکہ فطرت اِن ہی اُمور کو اِس جگہ میں کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے تھے جیسا کہ بعض روایتوں میں بجائے لفظ فطرت کے " مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ" یا اس کا ہم معنی موجود ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ ایک خاص یونیفارم اور شعار ہے جو کہ مقربانِ بارگاہِ الوہیت کا ہمیشہ سے یونیفارم رہا ہے اور پھر دوسری قومیں اِس کے خلاف کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑنے والی اور اُس سے بغاوت کرنے والی ہیں اس لیے دو وجہ سے اس یونیفارم کو اِختیار کرنا ضروری ہوا۔

(۲) علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسبِ اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آقا

[1] سُنن ابوداوٗد کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۵۳

کا رنگ ڈھنگ ، چال چلن ، صورت سیرت ، فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب و آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے ، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے، آج یورپ سے بڑھ کر رُوئے زمین پر حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے ؟ واقعات کو دیکھئے اس بناء پر بھی جو اُن کے خصوصی شعار اور فیشن ہیں ہم کو اُن سے انتہائی تنفر ہونا چاہیے خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ اسٹون فیشن ہو، خواہ وہ فرنچ ہو یا امریکن، خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے، خواہ وہ زبان سے متعلق ہو یا تہذیب و عادات سے ، ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی یہ سب چیزیں پیاری ہوتی ہیں اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں، اس لیے ہماری جد و جہد یہ ہونی چاہیے کہ ہم غلامانِ محمد ﷺ اور ان کے فدائی بنیں نہ کہ غلامانِ کرزن و ہارڈنگ ، فرانس وامریکہ وغیرہ۔

باقی رہا امتحانِ مقابلہ یا ملازمتیں یا ایک آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو یہ نہایت کمزور اَمر ہے ، سِکھ امتحانِ مقابلہ بھی دیتے ہیں چھوٹے اور بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں، اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں کوئی ان کو ٹیڑھی اور بینگی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا، باوجود اپنے قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لیے ہوئے غرار ہے ہیں، اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد و خاندان پائے جاتے ہیں، پٹیل کی داڑھی کو دیکھئے اور برہمو سماج وغیرہ کے بہت سے بنگالیوں اور گجراتیوں کا معائنہ کیجیے............... یہ سب باتیں ہماری کمزوریوں کی ہیں۔ فقط

ننگِ اسلام حسین احمد غفرلہٗ

(جاری ہے)

قسط : ۱

تبلیغ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدً وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہورہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے ، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

اعمالِ ظاہری کے دس اُصول

پہلی اصل .... نماز کا بیان :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' اور جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''نماز دین کا ستون ہے'' خوب سمجھ لو کہ تم نماز میں اپنے پروردگار سے باتیں کرتے ہو لہٰذا دیکھ لیا کرو کہ نماز کیسی پڑھ رہے ہو اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اِقامت صلوٰۃ یعنی نماز کے درست کرنے کا حکم فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے متعلق تمام ضرورتوں کی پوری رعایت کرو لہٰذا نماز میں درجِ ذیل تین

باتوں کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔

☆ اوّل : نماز سے پہلے اچھی طرح وضو کرو اور اِس کا طریقہ یہ ہے کہ وضو میں جس قدر سنتیں اور مستحبات ہیں اُن کو بجا لاؤ اور ہر عضو کے دھونے کے وقت وہ دُعا پڑھو جو حدیث میں آئی ہے اور اِس کے ساتھ ہی کپڑوں کا اور وضو کے پانی کا خیال رکھو کہ دونوں پاک ہوں لیکن اِس میں اِتنا مبالغہ نہ کرو کہ وساوس تک نوبت پہنچ جائے کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی ہے اور شیطان اکثر عبادت کرنے والے نیک بندوں کے اوقات شش وپنج میں ضائع کرتا ہے۔

وضو کرنے اور کپڑوں کی طہارت میں ایک عجیب حکمت :

جاننا چاہیے کہ نمازی کے کپڑوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پھل کے اُوپر کا چھلکا اور بدن کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کا گودا اور قلب کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کی رگری اور مغز، ظاہر ہے کہ مقصود مغز ہوا کرتا ہے، اِسی طرح اِس ظاہری پاکی سے بھی قلب کا پاک ہونا اور نورانی بنانا مقصود ہے شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ کپڑے کے دھونے سے قلب کس طرح پاک ہوسکتا ہے لہٰذا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور باطن میں ایک ایسا خاص تعلق رکھا ہے جس کی وجہ سے ظاہری طہارت کا اَثر باطنی طہارت تک ضرور پہنچتا ہے چنانچہ جب چاہے دیکھ لو کہ جب تم وضو کر کے کھڑے ہوتے ہو تو اپنے قلب میں ایسی صفائی اور اِنشراح (یعنی کھلنا یا فرحت یا بشاشت) پاتے ہو جو وضو سے پہلے نہ تھی اور ظاہر ہے کہ یہ وضو ہی کا اَثر ہے جو بدن سے بڑھ کر دل تک پہنچتا ہے۔

نماز پڑھنے سے بہر حال نفع ہے اگرچہ اِس کے اَسرار کو نہ سمجھے :

☆ دوم : نماز کے جملہ اَرکان خواہ سنتیں ہوں یا مستحبات اور ذکر ہو یا تسبیح سب کو اپنے قاعدے پر ادا کرو اور یاد رکھو کہ جس طرح بدن کی ظاہری طہارت نے قلب کی باطنی صفائی میں اَثر دکھایا تھا اِسی طرح بلکہ اِس سے بھی زیادہ نماز کے اَرکان کا اَثر قلب میں ہوتا ہے اور نورانیت پیدا کرتا ہے اور جس طرح مریض کو دوا پینے سے ضرور نفع ہوتا ہے اگرچہ وہ دوا کے اَجزا کی تاثیروں سے واقف نہ ہو

اِسی طرح تمہیں نماز کے اَرکان ادا کرنے سے ضرور نفع پہنچے گا اگرچہ تمہیں اُس کے اَسرار و رموز سے واقفیت نہ ہو۔

نماز کی رُوح اور بدن :

جاننا چاہیے کہ جاندار مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز کو بھی ایک صورت اور ایک رُوح عطا فرمائی ہے چنانچہ نماز کی رُوح تو نیت اور حضورِ قلب ہے اور قیام و قعود نماز کا بدن ہے اور رکوع و سجود نماز کا سر اور ہاتھ پاؤں ہیں اور جس قدر اَذکار و تسبیحات نماز میں ہیں وہ نماز کے آنکھ کان وغیرہ ہیں اور اَذکار و تسبیحات کے معنی کو سمجھنا گویا آنکھ کی بینائی اور کانوں کی قوتِ سماعت وغیرہ ہیں اور نماز کے تمام اَرکان کو اطمینان اور خشوع و خضوع (عاجزی اور اِنکساری) کے ساتھ ادا کرنا نماز کا حسن یعنی بدن کا سڈول اور رنگ و روغن کا درست ہونا ہے۔ الغرض اِس طرح پر نماز کے اجزاء اور اَرکان کو بحضورِ قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین و جمیل اور پیاری صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اور نماز میں جو تقرب نمازی کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اُس کی مثال ایسے سمجھو جیسے کوئی خدمت گار اپنے بادشاہ کی خدمت میں کوئی خوبصورت کنیز (زرخرید باندی یا لونڈی) ہدیہ پیش کرے اور اُس وقت اُس کو بادشاہ سے تقرب حاصل ہو، پس اگر تمہاری نماز میں خلوص نہیں ہے تو گویا مردہ اور بے جان کنیز بادشاہ کی نذر کر رہے ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی گستاخی و بے باکی ہے کہ ایسا گستاخ شخص اگر قتل کر دیا جائے تو عجب نہیں، اگر نماز میں رکوع و سجدہ نہیں ہے تو گویا لنگڑی لُولی اور اَپاہج کنیز نذر کرتے ہو اور اگر ذکر و تسبیح اُس میں نہیں ہے تو گویا کنیز کے آنکھ کان نہیں ہیں اور اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر و تسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے کنیز کے اعضا تو سب موجود ہیں لیکن اُن میں حس و حرکت بالکل نہیں یعنی حلقۂ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے اور کان موجود ہیں مگر بہرے ہیں کہ سنائی نہیں دیتا ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل اور بے حس ہیں، اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اَندھی بہری کنیز شاہی نذرانہ میں قبول ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

بِلا حضورِ قلب والی نماز کی صحت پر علماء کا فتوی اور شبہ کا جواب :

شاید تمہیں یہ شبہ ہو کہ جب نماز کے فرض اور واجب ادا کردیے جاتے ہیں تو علمائے شریعت اُس نماز کے صحیح ہوجانے کا فتوی دے دیتے ہیں خواہ معنی سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں اور جب نماز صحیح ہوگئی تو جو مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا اِس سے معلوم ہوا کہ معنی کا سمجھنا نماز میں ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا سمجھ لو کہ علماء کی مثال طبیب کی سی ہے پس اگر کوئی لونڈی اَپاہج اور کیسی ہی عیب دار کیوں نہ ہو اگر اُس میں رُوح موجود ہے تو طبیب اُس کو دیکھ کر ضرور یہی کہے گا کہ یہ زندہ ہے مردہ نہیں ہے۔ اِسی طرح نماز کی رُوح اور اعضائے رئیسہ کے موجود ہونے سے علماء فتوی دے دیں گے کہ نماز صحیح ہے اور فاسد نہیں ہے، ایسی صورت میں طبیب نے اور عالم نے اپنے منصب کے موافق جو کچھ کہا وہ صحیح کہا ہے مگر نماز تو شاہی نذرانہ اور سلطانی تقرب حاصل ہونے کی حالت ہے اور اِتنا تم خود سمجھ سکتے ہو کہ عیب دار کنیز اگرچہ زندہ ہے مگر سلطانی نذرانہ میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے بلکہ ایسی کنیز کا تحفہ پیش کرنا گستاخی ہے اور شاہی عتاب کا موجب ہے، اِسی طرح اگر ناقص نماز کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو عجب نہیں کہ پھٹے کپڑوں کی طرح لوٹا دی جائے اور منہ پر ماردی جائے۔

الغرض نماز سے مقصود چونکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے لہٰذا نماز کے سنن اور مستحبات و آداب میں جس قدر بھی کمی ہوگی اُسی قدر احترام و تعظیم میں کوتاہی سمجھی جائے گی۔

نماز کی رُوح اور اعضاء :

☆ سوم : نماز کی رُوح کا زیادہ خیال رکھو یعنی نماز میں شروع سے اَخیر تک اِخلاص اور حضورِ قلب (دل کا متوجہ ہونا) قائم رکھو اور جو الفاظ زبان سے کہتے ہو یا جو کام اعضاء سے کرتے ہو اُن کا اَثر دل میں بھی پیدا کرو، اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع میں بدن جھکے تو دل بھی عاجزی کے ساتھ جھک جانا چاہیے اور جب زبان سے ''اللہ اکبر'' کہے تو دل میں بھی یہی ہو کہ بے شک اللہ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے اور جب اَلحمد پڑھو تو دل بھی اللہ کی نعمتوں کے شکریہ سے لبریز ہو جس وقت زبان سے

﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ نکلے تو دل بھی اپنے ذلیل وضعیف اور محتاج ہونے کا اِقرار کرے یعنی قلب میں بھی یہی ہو کہ بے شک بجز اللہ تعالیٰ کے کسی چیز کا نہ مجھے اِختیار ہے نہ کسی دُوسرے کو۔

نماز میں قلب اور زبان کی موافقت :

غرض تمام اَذکار وتسبیحات اور جملہ اَرکان وحالات میں ظاہر و باطن یکساں اور ایک دُوسرے کے موافق ہونا چاہیے اور سمجھ لو کہ نامۂ اَعمال میں نماز وہی لکھی جاتی ہے جو سوچ سمجھ کر پڑھی گئی ہو پس جتنا حصہ بغیر سمجھے ادا ہوگا وہ درج نہ ہوگا۔

حضورِ قلب حاصل کرنے کی تدبیر :

ہاں یہ ضرور ہے کہ شروع شروع میں پوری طرح حضورِ قلب قائم رکھنے میں تمہیں بہت دُشواری معلوم ہوگی لیکن اگر عادت ڈالو گے تو رفتہ رفتہ ضرور عادت ہوجائے گی اِس لیے اِس کی طرف توجہ کرو اور اِس توجہ کو آہستہ آہستہ بڑھاؤ مثلاً اگر تمہیں چار فرض پڑھنے ہوں تو دیکھو کہ اِس میں حضورِ قلب تم کو کس قدر حاصل ہوا، فرض کرو کہ ساری نماز میں دو رکعت کے برابر تو دل کو توجہ رہی اور دو رکعت کے برابر غفلت رہی تو اِن دو رکعتوں کو نماز میں شمار ہی نہ کرو اور اُتنی نفلیں پڑھو کہ جن میں دو رکعت کے برابر حضورِ قلب حاصل ہوجائے غرض جتنی غفلت زیادہ ہو اُسی قدر نفلوں میں زیادتی کرو حتی کہ اگر نفلوں میں چار فرض رکعتوں کا حضورِ قلب پورا ہوجائے تو اُمید کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے فرائض کا نقصان اِن نفلوں سے پورا فرمادے گا اور اِس کی کمی کا تدارک نوافل سے منظور فرمالے گا۔ (جاری ہے)

قسط : ۱

فضائلِ بسم اللہ

﴿ حضرت مولانا ابومعاویہ منظور احمد صاحب تونسویؒ ﴾

بسم اللہ کی لفظی تحقیق :

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ بسم اللہ میں لفظ اسم کا الف کثرتِ استعمال کے باعث ساقط ہوگیا ہے اور اِس کے بدلے ب لمبی لکھی جاتی ہے۔ بغویؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول نقل کیا ہے کہ لوگو ! ب کو دراز لکھو اور س کو اچھی طرح ظاہر کرو اور م کو گول لکھا کرو اِس میں کتاب اللہ کی تعظیم ہے، اسم سِمْوٌ سے مشتق ہے نہ کہ وِسْمٌ سے کیونکہ سُمَیٌّ اور سُمَیَّۃٌ اس کی دلیل ہے۔ عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادّہ کے اصلی حروف تصغیر میں ظاہر کردیے جاتے ہیں اِس قاعدہ کے موافق اگر اسم کی اصل سِمْوٌ نہ قرار دی جائے بلکہ وِسْمٌ قرار دی جائے تو تصغیر میں وُسَیْمٌ اور وُسَیْمَۃٌ ہونا چاہیے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمَیٌّ اور سُمَیَّۃٌ آتی ہے معلوم ہوا کہ اِسم کی اصل سِمْوٌ تھی اور سِمْوٌ کی تصغیر سُمَیٌّ اور سُمَیَّۃٌ قاعدہ کے مطابق ہی ہے۔

اور حرف ''ب'' مصاحبت یا اِستعانت یا تبرک کے لیے ہے اور اِستعانت اللہ کے ذکر سے ہوا کرتی ہے اور یہ ب اُس فعل سے متعلق ہے جو الرحیم کے بعد مقدر ہے یعنی اَقْرَأُ جیسے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَ مُرْسٰھَا میں اور یہ بات محقق ہے کہ اِبتدا بسم اللہ سے ہونی چاہیے۔

عبدالقادرؒ الدھاوی نے اربعین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بڑا کام بسم اللہ سے شروع نہ ہو وہ ناتمام رہے گا۔

تحقیق لفظ ''اللّٰہ'' :

بعض نے کہا کہ یہ اسمِ جامد ہے اور حق بات یہ ہے کہ اِلٰہ بمعنی معبود سے مشتق ہے، ہمزہ حذف کر کے الف لام اِس کے عوض لایا گیا ہے اور چونکہ یہ عوض بطورِ لزوم کے ہے اِس لیے ''یا اللّٰہ'' کہنا جائز ہو گیا کیونکہ اشتقاق کے معنی ہی یہ ہیں کہ دو لفظ معنی اور ترکیب میں مشترک ہوں پھر یہ لفظ اُس ذات واجب الوجود کا نام ہو گیا جو مستجمع ہے تمام صفاتِ کمال کو اور پاک ہے تمام رذائل سے اور اسی لیے یہ لفظ خود موصوف ہوا کرتا ہے کسی اور لفظ کی صفت واقع نہیں ہوتا۔ اور اظہارِ توحید کے وقت لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کہا جاتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق اصل معنی پر ہوتا ہے فرمایا ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ آسمانوں اور زمینوں میں صرف وہی معبود ہے۔

تحقیق اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :

یہ دونوں لفظ رَحْمَۃٌ سے مشتق ہیں اور رحمت رقتِ قلب (دل کی نرمی) کو کہتے ہیں جس کا مقتضٰی فضل و احسان ہے مگر یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ صفات میں مبادی الفاظ کا لحاظ نہیں ہے بلکہ غایات و معنی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور رحمت کا انجام احسان ہے انجام کو غایات کہتے ہیں اور آغاز کو مبادی یہ بات ظاہر ہے کہ مبادی انفعالات ہوا کرتے ہیں اور انفعالات سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے، بعض کا قول ہے کہ یہ دونوں ہم معنی لفظ مبالغہ کے صیغے ہیں اور حق یہ ہے کہ رحمٰن میں زیادتی لفظ کے باعث رحیم کے نسبت مبالغہ زیادہ تر ہے اِس لیے لفظ رحیم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے متعلق ﴿ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ کہا گیا ہے اور رَحْمٰنٌ صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اسم مہربانی پر دلالت کرتے ہیں اور ایک میں دوسرے کی نسبت زیادتی اور مبالغہ پایا جاتا ہے پھر یہ زیادتی کبھی مقدار کے لحاظ سے ہوتی ہے (یعنی رحمت سے فائدہ اُٹھانے والے زیادہ ہوتے ہیں) اِس اعتبار سے اللہ کو رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَ رَحِیْمُ الْاٰخِرَۃِ کہتے ہیں کیونکہ رحمت آخرت میں صرف پرہیزگاروں کا حصہ ہے اور کبھی یہ زیادتی محض کیفیت

کے لحاظ سے ہوتی ہے اس لحاظ سے اللہ کو رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ رَحِیْمُ الدُّنْیَا کہتے ہیں کیونکہ آخرت کی تمام نعمتیں بیش قیمت ہیں اور دُنیا کی بعض نعمتیں حقیر ہیں اور بعض جلیل القدر ہیں چونکہ لفظ رحمٰن اعلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے لفظ رحیم پر مقدم رکھا گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رحمت کو تقدمِ زمانی حاصل ہے اور عموم رحمتِ دُنیا میں مقدم ہے۔

کیا بسم اللہ اِس اُمت کی خصوصیت ہے یا پہلی اُمتوں کو بھی عطا ہوئی تھی ؟

یہ کہ بسم اللہ شریف اِس اُمت کے خواص میں سے ہے یا پہلی اُمتوں کو بھی عطا ہوئی ہے ؟ حضرت ابوبکرؒ التولنی نے اِس پر اِجماع نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب کو بسم اللہ شریف سے شروع کیا ہے اور علامہ سیوطیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فَاتِحَۃُ کُلِّ کِتَابٍ یعنی بسم اللہ شریف تمام کتابوں کی ابتداء ہے چنانچہ ایک حدیث شریف سے بھی اِس کا ثبوت باہم پہنچتا ہے وہ یہ کہ :

رَوَی الثَّعْلَبِیُّ بِاِسْنَادِہٖ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاٰیَۃٍ لَمْ تَنْزِلْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ غَیْرِیْ فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ بِاَیِّ شَیْءٍ تَسْتَفْتِحُ الْقُرْآنَ اِذَا افْتَتَحْتَ الصَّلٰوۃَ فَقُلْتُ بِبِسْمِ اللّٰہِ قَالَ ھِیَ ھِیَ .

''حضرت ابو بردۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے ایسی آیت نہ بتاؤں جو سلیمان بن داود علیہ السلام کے بعد میرے سوا کسی نبی پر نازل نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا ضرور فرمایئے آپ نے فرمایا بتاؤ جب نماز پڑھتے ہو تو قرآنِ مجید کہاں سے شروع کرتے ہو ؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ بسم اللہ سے۔ فرمایا یہی ہے یہی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ اِس اُمت کی خصوصیت نہیں ہے اور پہلی اُمتوں کو بھی عطا ہوئی تھی مگر بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بسم اللہ شریف اِس اُمت کی خصوصیت ہے سابقہ اُمتوں کو عطا نہیں ہوئی، دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام شروع میں والا ناموں میں بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ﴿بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ کا نزول ہوا تو پھر آنحضرت ﷺ

مکتوبات کے شروع میں بسم اللہ لکھواتے تھے یہاں تک کہ ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ﴾ نازل ہوئی تو پھر حضور پُرنور ﷺ والا ناموں کے شروع میں یوں لکھواتے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا حتی کہ سورہ نمل کی آیت ﴿ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾ کا نزول ہوا تو پھر آنحضرت ﷺ والا ناموں کے آغاز میں مکمل بسم اللہ تحریر کراتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بسم اللہ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے۔ جواب : لیکن یہ ٹھیک نہیں کیونکہ پہلی کتابیں غیر عربی میں تھیں جو آنحضرت ﷺ نہیں جانتے تھے لٰہذا عدمِ علم سے نفی لازم نہیں آتی۔

بسم اللہ کے متعلق مذاہب کی تحقیق :

(۱) اہلِ مدینہ جیسے امام مالکؒ وغیرہ، اہلِ شام جیسے امام اوزاعیؒ وغیرہ، اہلِ بصرہ جیسے ابوعمروؒ، یعقوبؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ، فقہائے کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ نہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے اور نہ کسی اور سورۃ کا بلکہ تبرکاً (یا دو سورتوں کو جدا کرنے کے لیے) ہر سورت کا آغاز اِس سے ہوا ہے اور تکرار تبرکاً ہے البتہ جزوِ قرآن ضرور ہے۔

(۲) امام سفیان ثوریؒ، ابنِ مبارکؒ، امام شافعیؒ، اہلِ مکہ جیسے ابن کثیرؒ، امام عاصم کوفی، امام کسائیؒ، غالب اصحاب شافعیؒ اور اِمامیہ کا مذہب یہ ہے کہ سورہ براءۃ کے علاوہ تمام سورتوں سے مستقل آیت ہے بطورِ دلیل یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس کو حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ ﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴾ کی تفسیر میں سعید بن جبیرؒ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ سبع مثانی اُم القرآن سورہ فاتحہ ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اِس کی ساتویں آیت ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو اِس طرح پڑھا جس طرح میں نے پڑھا اور پھر فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ساتویں آیت ہے۔

دوسری دلیل : ترمذی کی حدیث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورۃ کا جزو ہے۔

جواب : مگر علامہ پانی پتی اور دیگر محدثین نے کہا ہے کہ پہلی حدیث میں ابن عباس کا یہ قول کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ساتویں آیت ہے، فقط ابن عباس کا گمان ہے مرفوع حدیث نہیں اور ترمذی کی حدیث باعتبارِ اَسناد قوی نہیں۔

تیسری دلیل : کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کا جز ہے کیونکہ قرآن میں ہر جگہ اِسی خط سے لکھی گئی ہے جس خط سے تمام قرآن لکھا ہے۔

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو اِس بات کی دلیل ہے کہ بسم اللہ داخلِ قرآن ہے نہ کہ اِس بات کی کہ وہ ہر سورۃ کا جزو ہے اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ یہ صحیح حدیث ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے سورہ ملک کی بابت فرمایا ہے سُوْرَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ ثَلٰثُوْنَ آيَةً سورۂ ملک تیس آیتوں کی ہے اور اِس سورۃ کی آیتیں گننے والوں نے اتفاق کیا ہے کہ اس سورۃ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو الگ کر کے تیس آیتیں ہیں۔

(۳) امام حمزہ کوفی، بعض شوافع اور اِمام احمد کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ فقط سورہ فاتحہ کی جزو ہے اِس کی دلیل میں یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

ابن جُریج نے ابوملیکہ اور اُنہوں نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فاتحۃ الکتاب پڑھی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ایک آیت شمار کیا، الحمد للہ رب العالمین کو دوسری آیت، اس طرح آپ نے سورہ فاتحہ کی سات آیتیں شمار کیں۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب کی سات آیات ہیں اور پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ (اخرجہ طبرانی وبیہقی و ابن مردویہ)

بسم اللہ کے متعلق ایک فقہی بحث :

آیا بسم اللہ کو نماز میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر نماز میں اِس کی قرأت جائز ہے تو کس طرح پڑھنا چاہیے، جہراً (یعنی بلند آواز سے) یا سراً (آہستہ) پڑھنا چاہیے ؟

اکثر احناف نے نماز میں بسم اللہ کے پڑھنے کو ضروری کہا ہے جیسا کہ زیلعیؒ نے شرح کنز میں فرمایا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ بسم اللہ کا نماز کے اندر پڑھنا واجب ہے اور زاہدیؒ نے مجتبٰی سے نقل کیا کہ صحیح بات یہ ہے کہ بسم اللہ کی قراءت ہر رکعت میں ضروری ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے صحیح روایت اِسی طرح مروی ہے اور نماز میں بسم اللہ کے ساتھ اِخفاء کرنا چاہیے جیسا کہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسولِ اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروقِ اعظمؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اِن میں سے کسی نے بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا۔

دوسری دلیل : وہ حدیث ہے جو اِمام احمدؒ نے عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میرے والد نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین بلند آواز سے پڑھتے سنا اور بعد فراغ کہا کہ بیٹے اسلام میں بدعات اور نئی بات پیدا کرنے سے احتراز کر، میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔ تو احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بسم اللہ کی قرأت میں اِخفاء کرنا چاہیے یہی سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی، اور طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل کی کہ رسولِ اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے اور یہی مذہب ہے ابن مسعودؓ و ابن زبیرؓ اور عمار بن یاسرؓ، سفیانِ ثوریؒ، ابن المبارکؒ و حسن بن اَبی الحسنؒ و الشعبی و النخعی و قتادہؒ عمر بن عبدالعزیزؒ و اَعمشؒ و زہریؒ و مجاہدؒ و احمدؒ وغیرہ حضرات کا۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ کی قراءت میں جہر کرنا چاہیے۔ امام شافعیؒ بھی اِسی طرف گئے ہیں اور دلیل ابن عباسؓ کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَجْھَرُ بِسْمِ اللّٰہِ کہ حضور ﷺ نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

جواب نمبرا : اس حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ معارض ہے ابن عباسؓ کی دوسری حدیث کے جس میں وہ فرماتے ہیں لَمْ یَجْھَرِ النَّبِیُّ بَسْمَلَۃَ حَتّٰی مَاتَ کہ وفات تک نبی ﷺ نے کبھی بھی بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھی۔

جوابِ نمبر۲ : یہ ہے کہ آپ کا بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا جواز کے لیے تھا اور یہ فریقِ ثانی کے ہاں بھی مسلَّم ہے۔

بسم اللہ کو ''ب'' سے شروع کرنے میں نکتہ :

''ب'' اِستعانت کے معنی کے ساتھ ہے اس لیے کہ اِس میں ادب بھی ہے اور اظہارِ عبودیت بھی اور ساتھ ہی بندوں کی قدرتِ مستقلہ کی نفی بھی، یہ معنی آیت ﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ کے زیادہ مناسب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام مبارک سے استعانت کا حکم شرع سے ثابت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مشرکین اکثر اوقات ہر کام میں اپنے معبودوں کے نام سے استعانت کرتے تھے تو مؤمنین کو اپنے معبودِ حقیقی کے نام سے اِمداد طلب کرنے کا طریقہ تعلیم کیا گیا تاکہ مشرکین کے طریقہ کی تغلیط ہو جائے کہ تقرب اللہ کے نام سے حاصل کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ تسمیہ ہر مومن کے قلب میں موجود ہوگا تو اِس سے بندہ کی جانب سے ''حول'' یعنی نیکی کرنے کی طاقت اور ''قوۃ'' برائی سے بچنے کی قوت کی نفی ہو جائے گی کہ تمام طاقتوں کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، بندہ کچھ نہیں اور یہی مقصود ہے عقائد کے باب میں۔

بسم اللہ کے ''ب'' کو مکسور (زیر والا) کیوں لایا گیا ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ''ب'' کو کسرہ دیا گیا ہے، کسرہ کا معنی ہے عاجزی اور خشوع و خضوع تو اِس کو مکسور لا کر اِس بات کی طرف اِشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتصال و تعلق اور قربِ ذات عاجزی اور ذلتِ نفس کے ساتھ ہی حاصل ہو سکتا ہے، تکبر و سرکشی سے نہیں، جتنی انکساری و ذلت ہوگی اُتنی مقدار معرفتِ حق سے نصیبہ ور ہوگا چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اِس میں ایک راز ہے اور وہ راز یہ ہے کہ ''ب'' مرتبہ میں الف سے دوسرے نمبر پر ہے، الف مجردہ جو بسیط ہے اور مراتب میں تمام حروف پر مقدم ہے اِس کے ساتھ حق کے وجود کی طرف اشارہ ہے جو تمام موجودات پر مقدم ہے اور ''ب'' سے اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کی اُن صفات کی طرف جن سے کائنات کا نقطہ وجود میں آیا (موجود ہوا)۔

حضرت علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ شبلی ہیں ؟ فرمایا نہیں بلکہ ب کے نیچے والا نقطہ ہوں۔ صفاتِ جمالیہ کو صفاتِ جلالیہ پر سبقت حاصل ہے جیسے حدیث شریف میں ارشاد ہے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ [1] کہ میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی۔ ''ب'' مجرور میں اسی طرف اشارہ ہے اور اِس کو شروع میں لانے سے اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ مدار رحمتِ الٰہی پر ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَنْ یُّدْخِلَ اَحَدَکُمُ الْجَنَّۃَ عَمَلُہٗ قِیْلَ حَتّٰی اَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ، قَالَ حَتّٰی اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ. (تفسیر رُوح المعانی)

''آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی انسان اپنے عمل کی بنا پر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو بھی ! فرمایا ہاں میں بھی عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔''

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسم کے ہمزہ کو اِس لیے حذف کیا گیا تا کہ درمیان میں فاصلہ نہ آئے یعنی خضوع و عاجزی کے بعد متصل رحمت کا حصول ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے متعلق علمی تحقیق :

نکتہ نمبرا :

اُس قادرِ مطلق نے اپنے کلام قرآنِ مجید کی حرف ''ب'' سے کیوں ابتداء فرمائی ؟ غور سے سنیے گا : روزِ میثاق میں ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ﴾ کے جواب میں سب سے پہلے انسان کی زبان سے جو لفظ نکلا اُس لفظ کا آغاز بھی ''ب'' سے تھا یعنی بَلٰی پس جبکہ ب وہ اوّل حرف ہے جس سے اِبن آدم کے لب پہلے پہل آشنا ہوئے تو یہاں بھی غالبًا حکمتِ الٰہی نے چاہا کہ افتتاحِ قرآن میں بھی اِسی حرف کی خصوصیت رہے تا کہ لوگ اُسی کے عہد کو یاد کر کے قرآن اور احکامِ قرآن کی تعمیل کریں ﴿ اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ ﴾ ''پورا کرو تم میرے عہد کو اور پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو۔'' اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی

---

[1] بخاری شریف کتاب التوحید رقم الحدیث ۷۵۵۳

کو ملحوظ رکھتے ہوئے مورِدِ الطافِ الٰہیہ بنیں۔ یہ نکتہ جواہرالتفسیر میں موجود ہے۔

نکتہ نمبر۲ :

''الف'' بباعثِ طوالت اور فتح کے صورتِ سرکشی رکھتا ہے اور ''ب'' میں بسببِ تساقط اور کسرہ کے انکسار اور صورتِ عاجزی ہے، اسی وجہ سے ''ب'' نے یہ رُتبہ پایا کہ کلامِ الٰہی کا آغاز اِسی حرف سے ہوا حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کہ جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ اُس کو بلند کرتا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے عجیب انداز میں حدیث شریف کی ترجمانی کی ہے۔

دلا گر تواضع کنی اختیار — شود خلقِ دُنیا ترا دوست دار
تواضع کند ہر کہ ہست آدمی — نہ زیبد ز مردم بجز مردمی
تواضع بود حرمت افزائے تو — کند در بہشت بریں جائے تو
تواضع کلید در جنت است — سرفرازی وجاہ را زینت است
تواضع عزیزست کند در جہاں — گرامی شوی پیش دلہا چو جاں

اور جو کوئی سر اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو گراتا ہے تاکہ جاننے والے جان لیں کہ خداوند کریم کو عاجزی پسند ہے اور غرور و سرکشی سے ناراض ہوتا ہے، غالبًا اِسی وجہ سے حرف ''ب'' سے اپنے کلام کو شروع فرمایا۔

نکتہ نمبر۳ :

یوں کہیو کہ ''ب'' شفوی ہے اور ہر چند ''ف'' اور ''م'' بھی شفوی ہیں لیکن جس قدر کہ ''ب'' کے تلفظ سے لب ملتے ہیں اِس قدر ''میم'' کے تلفظ سے نہیں ملتے مگر ''ف'' کے تلفظ سے کسی قدر ملتے ہیں لیکن ''ف'' میں یہ خرابی ہے کہ نقطہ اِس کے اُوپر ہے اِس سے سرکشی متصور ہوتی ہے۔

نکتہ نمبر۴ :

یا یوں سمجھیں کہ ''ب'' کے معنی میں اتصال معیت اور قربت ہے اور غرض تمام علموں سے یہی ہے

کہ بندہ کو خدا تعالیٰ سے اتصال اور قرب حاصل ہو، عزت و کرامت اور شرافت کے ساتھ درجہ قربت کا کامل ہو جائے پس تمام علموں کا منشاء و مدعٰی حرف ''ب'' سے حاصل ہو گیا اس لیے ''ب'' سے شروع کیا۔

نکتہ نمبر ۵ :

یا یوں کہیے کہ ابتداءِ کلام ''ب'' بسم اللہ سے اور اختتامِ کلام ''س'' والناس سے کر کے دونوں لفظوں کو ملا کر لفظ ''بس'' ظاہر کر کے بتلا دیا کہ جو شخص قرآنِ مجید کی تلاوت کرے گا اور احکامِ قرآن کو مان لے گا اُس کے لیے یہی کافی اور بس ہے۔

نکتہ نمبر ۶ :

یا یوں سمجھو کہ حرف ''ب'' دراصل ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اس میں ہر طرح صورۃً و معنًا کسر و اِنکساری محقق تھی یعنی پستی اور عاجزی تو اُس نے اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَةِ قُلُوْبُھُمْ میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں، جن کے مزاج میں عاجزی اور انکساری زیادہ ہے اُن لوگوں کے دلوں سے بہت نزدیک ہوں اس وجہ سے ''ب'' سے شروع کیا گویا اِسی عاجزی کے باعث ''ب'' نے خداوندِ کریم کے نام پاک سے قرب کا شرف پایا۔

نکتہ نمبر ۷ :

اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ میں خاص تین اسماء کو کیوں اختیار فرمایا اور اِن تین میں حصر کی کیا وجہ ہے فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ تو اِس میں نکتہ اور حکمت یہ ہے کہ

☆ دُنیا اور آخرت کے تین ہی مدراج ہیں : مفرد، تثنیہ، جمع۔

☆ اور آدمی کے بھی تین حال ہوتے ہیں : بچپن، شباب، بڑھاپا۔

☆ اور آدمی کی حیثیات بھی تین ہوتی ہیں : امیری، غریبی، متوسط۔

☆ اور عالَم بھی تین ہیں : دُنیا، آخرت، برزخ۔

☆ اور احوال بھی تین ہیں : بیداری، نیند، موت۔

☆ اور عقبٰی بھی تین ہی مقام اور مستقر ہیں : جنت، دوزخ، اعراف۔

اس لیے اِن تین اسمائے مبارکہ کو اِختیار فرمایا ہے کہ اِن تینوں ناموں کو یقین کے ساتھ پڑھنے والا اِن کی برکت سے ہر تین احوال میں محفوظ و مامون رہے گا، مگر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اِن تینوں ناموں کو کیوں خصوصیت ہوئی حالانکہ اسماءِ الٰہی اور بھی بہت ہیں، وجہ خصوصیت یہ ہے کہ ہر کام کا حصول خواہ دینی ہو خواہ دُنیاوی اِن تین چیزوں پر موقوف ہے۔

(۱) اولاً موجود ہونا تمام عالمِ اسباب کا ، یہ امر ساتھ اسم اللہ کے مناسبت رکھتا ہے کہ کمال درجہ کی تمام صفات کو گھیرے ہوئے ہے۔

(۲) کل اسباب کا باقی رہنا، اس کام کے شروع سے آخر تک ، یہ صفت رحمانیت کی خصوصیت ہے کیونکہ ہر عالَم کی صفتِ بقا اِسی صفت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

(۳) ہر کام کا مفید ہونا ،یعنی ہر کام کے اخیر میں اُس کا فائدہ مرتب ہونا۔ یہ اسمِ رحیم کا وصف ہے کہ اپنی رحمت سے بندوں کی محنت برباد نہیں کرتا اِسی لیے انہیں تین ناموں کے ساتھ تعلیم کیا تاکہ بندہ کا کام کسی طرح برباد نہ ہو اور ہر کام کا شروع اور اختتام اِن ہی تین ناموں کی مدد و برکت سے پایا جائے۔ یہ نکات امام ابوسعید حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں۔

نکتہ نمبر ۸ :

اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ شریف میں چار کلمے اور اُنیس حروف رکھے اِس میں کیا راز مخفی ہے، چار اور اُنیس کی تخصیص میں کیا راز ہے ؟

چار کلمے مقرر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ جہاں تک دیکھا ہے ہر شے خواہ دُنیوی ہو یا اُخروی کی اصلاح چار کے عدد میں ہے مثلاً زمانہ کی اصلاح ربیع ،خریف، شتا ،صیف ہے، اور اجسام کی اصلاح آتش ، باد، آب ، خاک میں ہے، اور ابدان کی اصلاح دم، صفرا، بلغم، سودا میں ہے، اور نفوسِ انسانی کی اصلاح صلوٰۃ، صوم، حج ، زکوٰۃ میں ہے اور حرارت ، برودت ، رطوبت ، یبوست میں ہے، اور باطن کی اصلاح عقل، علم، خوف، رجاء میں ہے، اور اقوال کی اصلاح سبحان اللہ، الحمد للہ، لا اِلٰہ اِلا اللہ، اللہ اکبر میں ہے، اور ملائکۃ اللّٰہ کی اصلاح جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل میں ہے، اور کتابوں کی

اصلاح زبور، توراۃ، انجیل، قرآنِ مجید میں ہے، اور نبوت کی اصلاح خلیل، کلیم، رُوح، حبیب میں ہے اور خلافت کی اصلاح ابوبکر، عمر، عثمان، علی میں ہے۔ تو بسم اللہ میں چار کلمے مقرر کر کے اِشارہ کر دیا کہ جو شخص اِس کو پڑھے گا اللہ اپنی رحمتِ خاصہ سے اصلاحِ جسمی اور اصلاحِ رُوحانی، اصلاحِ معاشرتی اور اصلاحِ مَلکی سے نوازے گا۔ یہ نکات تفسیر حقائق التنزیل فی دقائق التاویل میں مسطور ہیں۔

نکتہ نمبر ۹ :

بسم اللہ میں اُنیس حروف کیوں ہیں ؟ اُنیس کے عدد کی خصوصیت میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ رات دن کی کل ساعات چوبیس ہیں: پانچ ساعتوں میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں، باقی رہیں اُنیس ساعتیں، اِن ساعات میں انسان پر جتنی نعمتیں اُترتی ہیں اُنکے شکریہ ادا کرنے کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو مقرر فرمایا کہ اِس میں بھی اُنیس حروف ہیں ہر حرف کو ہر ایک ساعت پر متوکل سمجھنا چاہیے کہ اِس کی برکت سے انسان ہر بلا سے محفوظ رہے، پس لازم ہے کہ ہر ساعت میں پوری بسم اللہ اُنیس اُنیس مرتبہ پڑھ لیا کریں تاکہ پوری چوبیس ساعتیں عبادت میں لکھی جائیں اس لیے بسم اللہ کے اُنیس حروف رکھے ہیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بسم اللہ کے اُنیس حروف ہیں اور عذابِ دوزخ کے بھی اُنیس مؤکل ہیں جو شخص ہر روز بعد نمازِ فجر اور بعد نمازِ مغرب اُنیس بار بسم اللہ شریف کو خلوصِ نیت اور درست عقیدہ کے ساتھ پڑھے گا تو اُنیس مؤکلوں کے عذاب سے پناہ میں رہے گا۔

خلاصہ :

چونکہ دربانِ دوزخ اُنیس ہیں اور دن رات کی چوبیس ساعتوں میں سے نماز کے پانچ وقت نکال دینے کے بعد اُنیس ہی ساعتیں باقی رہتی ہیں لہٰذا بسم اللہ کو بھی اُنیس حروف پر ختم کیا تاکہ ہر مؤکل کے عذاب سے بچا رہے اور ہر لحظہ عبادت میں شمار ہو جائے، یہ نکات تفسیر مظہر العجائب میں مسطور ہیں۔

(جاری ہے)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین قسم کے لوگ اللہ کا وفد ہیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَفْدُ اللّٰہِ ثَلَاثَةٌ اَلْغَازِیْ، وَالْحَآجُّ، وَالْمُعْتَمِرُ .[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ تین قسم کے لوگ اللہ کا وفد ہیں : جہاد کرنے والے، حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے۔"

مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں قسم کے لوگ چونکہ اللہ کے راستے میں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں کہ اِن کا مال بھی صرف ہوتا ہے جان بھی صرف ہوتی ہے اِنہیں گھر بار بھی چھوڑنا پڑتا ہے اِس لیے یہ لوگ اللہ کے یہاں اِعزاز و اِکرام کے قابل ہوجاتے ہیں اور اِن کی حیثیت بادشاہ کے حضور میں پیش ہونے والے وفد کی سی ہوجاتی ہے جس کی بات سنی جاتی ہے اور جس کے مطالبے پورے کیے جاتے ہیں۔

اِسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تم حج سے واپس آنے والے کسی حاجی سے ملو تو اُسے سلام کرو اُس سے ہاتھ ملاؤ اور اُس سے درخواست کرو کہ وہ اپنے گھر داخل ہونے سے پہلے تمہارے لیے اِستغفار کرے کیونکہ اُس کے گناہ بخشے جاچکے ہیں۔[2]

---

[1] نسائی، ج ۲ ص ۴۶، شعب الایمان ج ۳ ص ۴۷۵، مشکوٰة شریف ص ۲۲۳

[2] مسند احمد ج ۲ ص ۶۹ ، مشکوٰة شریف ص ۲۲۳

قسط : ۱

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ قاسمی

﴿ مولانا قاری تنویر احمد صاحب شریفی، کراچی ﴾

علم وعمل کی دُنیا میں خانوادۂ قاسمی کسی تعارف کا محتاج نہیں، مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک اِس علمی خاندان کی جدو جہد خدمات آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ، ہیں جس خاندان کی جدو جہد کے نتیجے میں دیو بند سے علمی چشمے پھوٹے اور دُنیا میں پھیلے اور برابر ہی پھیلتے جا رہے ہیں، پاک و ہند، برما، بنگلہ دیش، سمرقند، بخارا، ملائیشیا، افغانستان، افریقہ، نیپال، ممالکِ عربیہ، غرض جہاں بھی جائیں کوئی نہ کوئی دارُ العلوم دیو بند کا فاضل اور اُس فیوض و برکات سے متمتع انسان ضرور ملے گا حرمین شریفین میں نظر دوڑائیے یہیں کے فیض یافتہ ملیں گے۔

۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی مسلم حکومت کے زوال کے بعد سارے ہندوستان میں تاریکی ہی تاریکی تھی ، دین و دیانت، امن وسکون اور اخلاق و مروّت کا نام مٹنا شروع ہو چکا تھا بالخصوص مسلمان بڑی بے بسی اور کشمکش میں مبتلا تھے اور اِس کے اثرات پوری اسلامی دُنیا پر پڑ رہے تھے اِن مصائب وآلام کے عالَم میں قاسم العلوم والخیرات سیّدنا الامام الکبیر حجة الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کمر کس کر اُٹھے اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک متحدہ ہندوستان سے عیسائی پادریوں کو نکلنے پر مجبور نہ کر دیا اور اُس زمانے میں دارُ العلوم کی بنیاد دیو بند جیسے گمنام قصبہ میں رکھی جو اشاعتِ اسلام اور تحفظِ اسلام کی ایک عالمگیر بین الاقوامی یو نیورسٹی بن گئی، والحمد للہ۔ اِس یو نیورسٹی کے ساتویں مہتمم اور متولی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ ہوئے، ذیل میں اِسی مبارک شخصیت کے مختصر حالات تحریر کیے گئے ہیں۔

پیدائش :

حضرت حکیم الاسلامؒ، حضرت مولانا محمد احمد نانوتویؒ کے صاحبزادے اور حجة الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمة اللہ علیہ کے پوتے تھے، آپ کی پیدائش جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ/ جون ۱۸۹۷ء اتوار کے دن دیو بند میں ہوئی، تاریخی نام ''مظفرالدین'' تجویز ہوا۔

رسمِ بسم اللہ :

آپ کی تربیت پورے دینی و علمی ماحول میں ہوئی، تعلیم کا آغاز ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں ہوا، بسم اللہ کرانے کے لیے تقریب بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں اکابر علماء نے شرکت کی مثلاً حضرت مولانا ذوالفقار علی دیو بندی (والد حضرت شیخ الہندؒ)، حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانی (والد علامہ شبیر احمد عثمانی)، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیو بندی، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی، فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہم اللہ اور دیگر اساتذہ شریک ہوئے۔

بسم اللہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ نے کرائی جو اُس مجلس میں معمر اور علم و فضل کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھے اور ملک کے مشہور نامور عالم اور ادیب تھے، اس موقع پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ نے برجستہ ایک قصیدہ کہا تھا جس کے دو شعر یہ ہیں :

مکتب طیب کی مبارک تقریب
کچھ عجیب طرح کا جلسہ تھا نئی طرح کی سیر
رَبِّ یَسِّرْ جو کہا اُس نے تو بے رُوئے ابا
فضل تاریخ میں بول اُٹھا کہ تمم بالخیر

حفظ و تجویدِ قرآن :

حضرت حکیم الاسلامؒ نے قرآنِ پاک حضرت مولانا قاری عبدالوحید صاحبؒ سے حفظ کیا، اسی

زمانے میں دارُالعلوم دیوبند میں تجوید کا شعبہ قائم کیا گیا تھا جو اِس سے پہلے نہ تھا، حضرت حکیم الاسلامؒ خود فرماتے ہیں :

''دارُالعلوم دیوبند میں شعبۂ تجوید قائم ہونے کا سبب میں ہوں اور میں ہی اس شعبے کا سب سے پہلا شاگرد ہوں۔''

اعلیٰ تعلیم :

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم گیارہ سال کی عمر میں حفظ کرلیا تھا جس کے بعد ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں فارسی کی تحصیل کے لیے بٹھائے گئے اور ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء تک فارسی کی تعلیم مکمل ہوئی، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں درجۂ عربی میں داخل ہوئے اوراس طرح شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں آپ دارُالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، واضح رہے کہ دینی تعلیم ہی رُوئے زمین میں سب سے اعلیٰ تعلیم ہے جوانسان کو صحیح انسان بناتی ہے۔

اساتذہ کرام :

آپ کے اساتذۂ کرام میں اپنے وقت کے چنیدہ اللہ والے تھے جن میں حضرت مولانا قاری عبدالوحید خاں، حضرت مولانا محمد یٰسین عثمانی، (والدِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) جناب منشی منظور احمد، امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، افضل المفسرین حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی، حضرت مولانا نبی حسن، حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی، والد محترم حضرت مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی، حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیوبندی، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی اور سیّد العلماء حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری علیہم الرحمۃ والرضوان شامل ہیں۔فن سپہ گری میں حضرت امیر شاہ خاںؒ کے شاگرد تھے،فن خوش نویسی میں منشی محبوب علی میرٹھیؒ کے اور جلد سازی میں جناب محمد علی میرٹھیؒ سے رشتۂ تلمذ رکھتے تھے۔

اجازتِ حدیث :

ہمارے علمِ دین میں اجازتِ حدیث کو بڑی اہمیت حاصل ہے، سلسلۂ اجازت میں جتنے رُواۃ کم ہوں گے وہ سلسلہ اُتنا ہی عالی ہوگا، حضرت حکیم الاسلام کو اپنے اکابر سے اجازتِ حدیث حاصل تھی جن سے اجازت تھی اُن میں فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبداللہ انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

بیعت و اِرادت کا تعلق :

حضرت حکیم الاسلامؒ دورۂ حدیث میں تھے کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ مالٹا سے رہا ہوئے اور بمبئی ہوتے ہوئے دیوبند تشریف لے آئے، دیوبند تشریف آوری کے ایک روز بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ نے اپنے دونوں لڑکوں محمد طیب اور محمد طاہر کو شیخ الہندؒ کے سامنے پیش کیا اور عرض کیا کہ اِنہیں بیعت فرمالیں اِس موقع پر حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ نے فرمایا :

> ''اِس وقت اپنی جماعت میں دو ہی صاحبزادے ہیں جن کا پوری جماعت احترام کرتی ہے، ایک مولانا حافظ محمد احمد صاحب (ابن حضرت نانوتویؒ) اور ایک مولانا حافظ مسعود احمد صاحب (ابن حضرت گنگوہیؒ)۔''
>
> پھر فرمایا : ''بھائی ! مالٹا سے میں کوئی بدل کر تھوڑا ہی آیا ہوں میں تو وہی کا وہی ہوں جو مالٹا جانے سے پہلے تھا۔''

حضرت حکیم الاسلامؒ نے عرض کیا کہ حضرت ! ہم وہ نہیں ہیں جو پہلے تھے، پہلے ہمیں آپ کے بارے میں کوئی شعور نہ تھا اب ہوگیا، اِس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے بیعت فرمالیا :

حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے تشریف لانے کے بعد چھ ماہ حیات رہے ۳۰ رنومبر ۱۹۲۰ء کو آپ کا وصال ہوگیا، آپ کی وفات کے بعد حضرت حکیم الاسلامؒ، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ جو آپ

کے ہر دلعزیز اُستاذ گرامی تھے، سے رجوع کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے بیعت تو نہیں فرمایا لیکن تعلیم دیتے رہے، حضرت شاہ صاحبؒ جب دیو بند سے ڈابھیل تشریف لے گئے تو حضرت حکیم الاسلامؒ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کا اِرادہ فرمایا اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے اِس سلسلے میں سفارشی خط حضرت حکیم الامتؒ کو تحریر فرمایا جس کے جواب میں حضرت حکیم الامتؒ نے اصولی بات تحریر فرمائی :

''وہ (قاری طیب صاحب) میری اولاد کی طرح ہے جب چاہے آجائے لیکن اصول کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں خود لکھے۔''

یہاں سے حکیم الامتؒ کی اصول پسندی ظاہر ہوتی ہے جسے لوگ سختی کہتے ہیں حالانکہ یہ سختی نہیں آسانی ہے اور انسان کو صحیح انسان بنانے میں ممد ثابت ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کو خط لکھا جس کا جواب حضرت حکیم الامتؒ نے بڑا مشفقانہ دیا :

''تو میری اولاد ہے، کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں جب بھی فرصت ہو فوراً آجاؤ''

حضرت حکیم الاسلامؒ خود فرماتے ہیں :

''اتنے میں رمضان کا مہینہ آگیا، میں نے دارُالعلوم کی مسجد میں ڈیڑھ پارہ روزانہ سنا کر بیس دنوں میں قرآنِ پاک ختم کرلیا اور ۲۰ر رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہوگیا اور آخری عشرہ گزارنے کا پروگرام تھا، اطلاع پہلے دے چکا تھا جس دن پہنچا وہ جمعہ کا دن تھا، مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی خانقاہ کے دروازے پر مولانا شبیر علی صاحب میرے منتظر تھے، اُن سے مصافحہ ہوا، میرے ہمراہ مفتی محمد شفیع صاحب بھی تھے ہم لوگوں کے پہنچتے ہی بھائی شبیر علی نے فرمایا کہ حضرت نے سلام فرمایا ہے اور

تین باتیں کہی ہیں :

پہلی بات یہ کہ حجرہ نمبر ۱۶ میں آپ کا قیام ہوگا، وہاں سامان پہنچا دیا گیا ہے، دوسری بات یہ کہ اگر کوئی تکلیف نہ ہو تو اِن دس دنوں میں ایک کلامِ پاک تراویح میں تین تین پارے یومیہ سنادو، اور تیسری بات یہ کہ آپ تین دن تک میرے مہمان رہیں گے اِس کے بعد آپ اپنے کھانے پینے وغیرہ کا بندوبست خود کریں گے۔

اس تیسری بات سے قدرے گرانی کا میرے دل پر اثر ہوا کہ اتنی قرابت داری اور مجھ پر اولاد جیسی شفقت کے ہوتے ہوئے حضرت نے یہ غیریت کی بات کیوں اختیار فرمائی ؟ مگر چونکہ حاضری اصلاح کے لیے ہوئی تھی اس لیے سب باتیں بخوشی منظور کرلیں اور حکم کے مطابق نامزد کمرے میں قیام کیا اور تراویح میں تین پارے پڑھے تین دن کے بعد حضرت نے فرمایا اور بلا کر فرمایا کہ میں نے میزبانی میں تین دن کی شرط لگائی تھی، وہ ایک ضابطے اور اصول کی بات تھی، تو میری اولاد ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ تھانہ بھون آکر اپنے کھانے کا بندوبست کرے ؟ تیرا کھانا وغیرہ میرے ساتھ ہی ہوگا۔''

حضرت حکیم الاسلامؒ کا شمار حضرت حکیم الامتؒ کے خاص متعلقین میں ہونے لگا، ایک روز حضرت حکیم الامتؒ نے خط لکھا :

''بے ساختہ میرے دل پر یہ وارد ہوا ہے کہ میں تجھے خلافت دُوں اِس لیے میں تم کو خلافت دیتا ہوں، جو کوئی بہ نیت اصلاح و تربیت آئے اُسے توبہ کرا دیا کرو اور مشائخ کے معمولات تلقین کر دیا کرو۔''

حضرت حکیم الاسلامؒ کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بھی خلافت تھی۔

دارُالعلوم دیوبند کے منصبِ اہتمام پر :

۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء میں حضرت حکیم الاسلامؒ کو دارُالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم مقرر کیا گیا ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء تک آپ اِس منصب پر فائز رہے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (مہتمم دارُالعلوم دیوبند) کے انتقال کے بعد ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء میں آپ کو مہتمم بنا دیا گیا، شروع شروع میں حضرت حکیم الاسلامؒ کو اہتمام کے اُمور سے طبعی مناسبت نہ تھی، ایک مرتبہ مہتممی چھوڑ کر تھانہ بھون چلے گئے اور وہاں سے ایک خط دارُالعلوم کو بھیج دیا کہ آپ کا یہ کام ہم سے نہیں ہو سکے گا کسی اور کے سپرد کر دیں، اس پر اکابر اساتذہ کو بڑی تشویش ہوئی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کی سربراہی میں ایک وفد (جس میں حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہیؒ اور حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ شامل تھے) تھانہ بھون گیا، حضرت شیخ الاسلامؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے ادب کے دائرے میں پُر مزاح شکوہ فرمایا کہ

''حضرت آپ کے یہاں ہمارا ایک چور آیا ہے اور آپ نے اُسے پناہ دے رکھی ہے۔''

حضرت حکیم الامتؒ کو اِس واقعہ کی کوئی خبر نہیں تھی، فرمایا کیسا چور ! کیا مطلب !

حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا :

''مولوی محمد طیب صاحب تھانہ بھون آگئے ہیں اور وہاں یہ تحریر لکھ کر بھجوادی کہ مجھ سے یہ جھگڑے برداشت نہ ہوں گے کسی دوسرے کے سپرد یہ کام کردیا جائے، فرمایا جائے کہ ہم لوگ مدرسہ کس کے سپرد کریں ؟ ''

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ مجھے اِس کی کچھ خبر نہیں، پھر حضرتؒ نے حضرت قاری صاحبؒ کو بلایا اور فرمایا کہ ''تم نے یہ کیا حرکت کی کہ سارا کام چھوڑ کر یہاں آگئے ؟ ''

حضرت حکیم الاسلامؒ نے عرض کیا کہ ''یہ کام ہمارے بس کا نہیں ہے یہ گاڑی مجھ سے نہیں چلے گی''

حضرت شیخ الاسلامؒ اور اُن کے وفد کے اراکین نے فرمایا : '' ضرور چلے گی کیسے نہیں چلی گی ''

حضرت حکیم الاسلامؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں انکار کرتا جاتا تھا اور یہ اِصرار کرتے جاتے تھے، حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ہم تم کو زبردستی لے کر جائیں گے۔ حضرت حکیم الاسلامؒ فرماتے تھے کہ ''میرا عجیب حال تھا اور سخت ذہنی کشمکش تھی میں اہتمام چاہتا نہیں تھا اور یہ حضرات مانتے نہیں تھے، بالآخر اکابر اساتذہ کا یہ وفد حضرت حکیم الاسلامؒ کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہوگیا۔''

اس کے بعد حضرت حکیم الاسلامؒ نے اہتمام کی ذمہ داریاں خوب نبھائیں، آپ کو اپنے دورِ اہتمام میں کئی قسم کی دُشواریاں پیش آئیں، جب تک حضرت شیخ الاسلامؒ حیات رہے حضرت حکیم الاسلامؒ اُن سے اپنی پریشانیاں بیان فرماتے تھے اور یہ دونوں اکابر بزرگ اُس کا حل نکال لیا کرتے تھے۔[1]

حضرت حکیم الاسلامؒ نے پھر بڑے انتظام کے ساتھ اہتمام کی ذمہ داریاں نبھائیں اور اپنے وصال سے ایک سال پہلے تک اِس عہدے پر قائم رہے، آپ کے زمانۂ اہتمام میں دارُالعلوم نے خوب سے خوب تر ترقی کی، فالحمدللہ۔

تقریر کے بادشاہ اور فاتح بمبئی کا خطاب :

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے تقریر کا ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا آپ پُر جوش خطیب نہ تھے بلکہ باہوش خطیب تھے یا یہ کہہ لیجیے کہ اِس زمانے میں ایک خطیب کو جن صفات کا حامل سمجھا جاتا ہے کہ وہ پُر جوش ہو، لوگوں کی پگڑیاں اُچھالے، اُس کی بات کو سن کر سامعین

---

[1] ان بزرگوں نے دارُالعلوم میں پیچیدہ مسائل کس طرح حل کیے ہیں ؟ حضرت حکیم الاسلامؒ کے لیے انگریز کے اِشاروں پر اہتمام کی ذمہ داریوں میں کس طرح رخنہ اندازی کی گئی ؟ حضرت شیخ الاسلامؒ نے کس طرح حضرت حکیم الاسلامؒ کی رہنمائی فرمائی ؟ اس کے لیے ''مکتوباتِ شیخ الاسلامؒ'' اور ''مکتوبات حکیم الاسلامؒ'' کا مطالعہ کیا جائے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کو ایسے مواقع میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے اپنے مرشد کا درجہ دیا ہے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے بتلائے ہوئے اسباق پر عمل کیا ہے اس لیے راقم کے نزدیک حضرت حکیم الامتؒ کے بعد حضرت حکیم الاسلامؒ کے شیخ تھے۔ (شریفی)

لوٹ پوٹ ہو جائیں وغیرہ، ایسی کوئی صفت حضرت حکیم الاسلامؒ میں نہیں تھی تو پھر کیسے خطیب تھے ؟ قارئین کرام محظوظ ہوں گے اگر ہم یہ دو واقعے ذکر کردیں۔

اپنے زمانۂ اہتمام کے ابتدائی دور میں ایک مرتبہ آپ بمبئی تشریف لے گئے، بمبئی بدعات کا گڑھ تھا حضرت حکیم الاسلامؒ کی آمد کا سن کر مبتدعین نے قدِ آدم پوسٹر بمبئی کی سڑکوں پر لگا دیے اور اُس میں عوام کو آگاہ کیا کہ (نعوذ باللہ) ''کفارِ دیوبند'' میں یہ شخص ''اکفر الکفار'' ہے کیونکہ دیوبند کے تمام بڑے کفار سے اِسے نسبت حاصل ہے، (شیخ الہند حضرت مولانا) محمود حسن کا مرید ہے، (حکیم الامت حضرت مولانا) اشرف علی تھانوی کا مجاز ہے، (حضرت علامہ سیّد) انور شاہ کشمیری کا مخصوص شاگرد ہے اور (حجۃ الاسلام حضرت مولانا) محمد قاسم نانوتوی کا سگا پوتا ہے اِس لیے ساری کفریہ نسبتیں جمع ہیں، سنی بھائیوں کو چاہیے کہ اِس کی صورت بھی نہ دیکھیں ورنہ اِیمان سلب ہوجانے کا خطرہ ہے۔

عجیب اتفاق کہ یہ پوسٹر ہی حضرت حکیم الاسلامؒ کے جلسے کے لیے اور آپ کی تقریر سننے کے لیے لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا، زیرِ لسان چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ آخر دیکھنا تو چاہیے کہ اتنے بڑے ''کافر'' کی شکل وصورت کیسی ہے ؟ اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں کو تلقین کرتا ہے ؟ اسی پوسٹر میں دوسرے اکابرِ دیوبند کو بھی جی بھر کے سب وشتم سے نوازا گیا تھا، خلافِ توقع حضرت حکیم الاسلامؒ کے جلسے میں بہت بڑا مجمع ہوگیا، کہنے والوں کو کہتے سنا گیا کہ بمبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا اجلسہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، تاحدِ نظر سر ہی سر نظر آتے تھے، ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار بندگانِ خدا اُس جلسے میں موجود تھے، حضرت حکیم الاسلامؒ نے تین گھنٹے وعظ فرمایا مجمع پر سکوت طاری ہوگیا، آپ اپنی عادت کے مطابق مثبت انداز میں تقریر فرمارہے تھے، آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ سے مزین اکابر اولیاء اللہ کے واقعات وکرامات اور اپنے اسلاف کرامؒ کی خدمات بڑے مؤثر انداز میں بیان فرمارہے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سامعین پر غیر معمولی اثر ہوا اور پورے بمبئی میں مشہور

ہو گیا کہ اگر علمائے دیو بند ایسے ہوتے ہیں تو پھر اِن سے بہتر کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اُن محلوں سے تقریر کرنے کی دعوتیں آنی شروع ہو گئیں جو مخالفین علمائے دیو بند کے خاص محلے کہلاتے تھے اور پھر اُن کی دلی خواہشات پر اُنیس دن مسلسل آپ کی تقریریں بمبئی میں ہوتی رہیں جن میں عوام بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوکر اپنے عقائد کی اصلاح کرتے تھے۔حضرت حکیم الاسلامؒ کی غیر معمولی کامیابی سے متاثر ہوکر حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ نے آپ کو'' فاتح بمبئی'' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

لاہور کی تقریر کا واقعہ :

حکیم الاسلامؒ کی تقریر دل پذیر کا دوسرا واقعہ پاکستان کے مشہور علمی شہر لاہور کا ہے، اُستاذِ محترم شیخ الحدیث مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ) کا قائم کردہ جامعہ مدنیہ پہلے مسلم مسجد لاہور میں تھا، مسلم مسجد بریلوی مکتبہ فکر کی ہے لیکن جامعہ مدنیہ کئی سال اُس مسجد میں رہا، حضرت میاں صاحبؒ اِس مسجد میں درسِ حدیث بھی دیا کرتے تھے جس میں دُور دُور سے لوگ ذوق وشوق سے شریک ہوا کرتے تھے، حضرت میاں صاحبؒ نے مسلم مسجد میں حضرت حکیم الاسلامؒ کی تقریر کا اعلان کردیا، بعض بریلوی حضرات کو ناگوار گزرا کیونکہ مسجد اُن کے زیرِ انتظام تھی، انہوں نے فیصلہ کیا کہ قاری طیب صاحب کی تقریر نہیں ہونے دیں گے جلسہ درہم برہم کردیں گے چنانچہ جو اِس کام کے لیے مقرر کیے گئے تھے وہ آئے، وہ حکیم الاسلامؒ کا ایمان افروز وعظ سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ اپنی شرارت بھول گئے اور یہ کہتے سنے گئے کہ یہ کمزور سا آدمی بولے جارہا ہے نہ تھکتا ہے نہ کسی کے خلاف بولتا ہے بس قرآن وحدیث اور بزرگوں کے واقعات سناتا ہے خوامخواہ ہمارے لوگ ایسوں کو کافر کہتے ہیں۔ ہمارے علماء اپنی تقریروں میں سوائے برا کہنے کے اور کچھ سناتے نہیں ہیں اور یہ کسی کو بھی کچھ نہیں کہہ رہا ہے، حضرت حکیم الاسلامؒ کی تقریر سے بہت سے لوگوں کی آخرت بن گئی اور عقائد درست ہو گئے اُن میں ایک صاحب حاجی گام بھی تھے جو حضرت میاں صاحبؒ کی جان کے دشمن تھے اور کہتے تھے کہ میں اِس وہابی کو قتل کروں گا، اللہ رب العزت نے اُن کے دل کی

کایا پلٹ دی پھر انہوں نے شرک و بدعت سے توبہ کی اور حضرت میاں صاحبؒ کے اتنے معتقد ہوئے کہ بیعت ہوگئے اور جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کی عمارت اور مسجد اپنی نگرانی میں بنوائی۔

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ بیان اور اثر انگیزی کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں :

''جہاں تک وعظ و خطابت کا تعلق ہے اُس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اُس کی نظیر مشکل سے ملے گی، بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں حضرت قاری صاحبؒ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے، نہ جوش و خروش، نہ فقرے چست کرنے کا انداز، نہ پُر تکلف لسانی، نہ لہجہ اور ترنم، نہ خطیبانہ ادائیں لیکن اِس کے باوجود وعظ اِس قدر مؤثر دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اُس سے عوام اور اہلِ علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے، مضامین اُونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن اندازِ بیان اتنا سہل کہ سنگلاخ مباحث بھی پانی ہوکر رہ جاتے۔''

مزید فرماتے ہیں :

''حضرت قاری صاحبؒ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے اُن کے مواعظ سے ہدایت پائی اور کتنے غلط عقائد و نظریات سے تائب ہوئے۔'' (نقوشِ رفتگاں ص ۱۹۲)

پاکستانی شہریت اور پھر واپسی :

جب سے مؤرخین نے تاریخ لکھنا چھوڑ دی تو ہر ''صاحبِ علم'' مؤرخ بننے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، مؤرخ بننا عیب کی بات نہیں ہے لیکن ایسے جدید مؤرخین تاریخ لکھنے کی کوشش میں حقائق سے

چشم پوشی سے کام لینے لگے ہیں اس لیے ہمارے اکثر بزرگوں کے حالات وخدمات ''اِن جدید مؤرخین'' کی اغراض کی نذر ہوگئے ہیں اس لیے ایسا ''جدید مؤرخ'' اور اُس کی ''تاریخ'' عیب ہے، اُن بزرگوں میں جن کی تاریخی حالات وخدمات ''اغراض'' کی نذر ہوئے ایک ہمارے حضرت حکیم الاسلام قدس اللہ سرہ کی بابرکت شخصیت بھی شامل ہے۔

ذیل میں تاریخ کا جو اہم واقعہ تحریر میں لایا جا رہا ہے یہ راقم الحروف نے اپنے جدِ امجد حضرت الاستاذ مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بارہا سنا جواب تک سینوں میں محفوظ تھا، اسے تاریخ کے اوراق میں ضرور جگہ ملنی چاہیے یہ اُس کا حق ہے اور یہ حق اس لیے بھی ہے کہ ''خطبات حکیم الاسلام'' کی نویں جلد[١] شائع ہوئی اُس میں حکیم الاسلامؒ کی وہ تقریر بھی شامل ہے جو حکیم الاسلامؒ نے پاکستانی شہریت ترک کرنے کے بعد ہندوستان کو دوبارہ اپنا وطن بنانے پر دارُ العلوم دیوبند میں کی تھی اور اُس مجلسِ وعظ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، حضرت مولانا مفتی سیّد مہدی حسن صاحب، حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی علیہم الرحمۃ جیسے اساتذہ اور اکابر موجود تھے، شائع ہوئی اِس کے بعد ضروری ہے کہ اِس واقعے کو تاریخ میں مناسب اور قرارِ واقعہ جگہ دی جائے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ ١٩٥٠ء میں ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے تو میمن برادری کے بعض حضرات جو حضرت حکیم الاسلامؒ سے بیعت واِرادت کا بھی تعلق رکھتے تھے، نے حکیم الاسلامؒ کو روکنے کی کوشش کی اور اِس کے لیے انہوں نے حضرت حکیم الاسلامؒ کی ایک تقریر کے دوران ایک تحریر پر

---

[١] یہاں خطباتِ حکیم الاسلامؒ کی نویں جلد سے کتب خانہ مجیدیہ ملتان کی اشاعت والی جلد مراد ہے، مذکورہ کتب خانہ ہی ''خطباتِ حکیم الاسلامؒ '' کا اوّلین اور مخلص ناشر ہے، محترم حافظ بلال احمد صاحب مرحوم ابن حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحبؒ نے اِسے متعارف کرایا اور ان ہی کے ذریعہ سے اس کے جامع مولانا قاری محمد اِدریس ہوشیار پوری مدظلہٗ کا عظیم الشان کام کا تعارف ہوا لیکن جامع ومرتب نے زیادتی یہ فرمائی کہ اِسے دوسرے ناشرین میں تقسیم کرنا شروع کر دیا یہ ایک اخلاقی اور علمی زیادتی ہے۔

دستخط مہم کو چلایا جس میں حضرت حکیم الاسلامؒ سے اپیل کی گئی تھی کہ کراچی میں مستقل سکونت فرمائیں، یہ مہم بہت زور و شور سے چلی اور کامیاب بھی ہوگئی، اس مہم کی بعض بزرگوں نے مخالف بھی کی یہ مخالفت دو قسم کی تھی، ایک تو وہ بزرگانِ دین تھے جن میں حضرت حکیم الاسلامؒ کا کراچی اور پاکستان میں مستقل قیام اس لیے پسند نہیں تھا کہ اِن کے ہوتے ہوئے اُنہیں کوئی نہیں پوچھے گا، ان بزرگوں میں سے ایک بزرگ کراچی کے معروف خطیب تھے۔

دوسری مخالفت میرے جدِ امجد حضرت قاری صاحبؒ نے کی اور یہ اختلافی نوٹ لکھ کر کی کہ ہم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے پاکستان میں مستقل قیام کے اِس لیے مخالف ہیں کہ دارُالعلوم دیوبند کو اِن کی زیادہ ضرورت ہے اور اِن کو دارُ العلوم کی ضرورت ہے۔ دارُالعلوم کی جو خدمت حضرت حکیم الاسلام کر رہے ہیں وہ خود اُن کے لیے طمانیتِ قلبی کا باعث ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہم حضرت حکیم الاسلام کو یہاں بے عزت ہوتا نہیں دیکھنا چاہتے اِس سے جہاں حضرت کو تکلیف ہوگی وہیں ہمیں بھی ہوگی، ہم دارُ العلوم دیوبند کا نقصان بھی نہیں دیکھ سکتے اور حضرت حکیم الاسلام کی تکلیف بھی نہیں دیکھ سکتے۔

واضح رہے کہ میمن برادری حضرت حکیم الاسلامؒ سے مخلص تھی لیکن دُورس نگاہ سے محروم تھی اس لیے حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ نے پاکستان میں مستقل سکونت کی مخالفت فرمائی جو بالکل درست ثابت ہوئی اور یہ مخالفت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے مزاج کے مطابق بھی تھی، حضرت حکیم الاسلامؒ کے جتنے قدرداں حضرت شیخ الاسلامؒ تھے شاید ہی کوئی ہو، حضرت شیخ الاسلامؒ کے متوسلین میں بھی یہی بات آئی۔

حضرت جدِامجد علیہ الرحمہ نے جس کا خدشہ فرمایا تھا وہی ہوا، خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ کے ایک قریبی عزیز جن کے اُس وقت حکمرانوں سے بھی قریبی مراسم تھے اُنہوں نے حضرت حکیم الاسلامؒ کی پاکستانی شہریت کی مخالفت اپنے

مفادات کی حفاظت کی خاطر کی اور بڑے بھونڈے انداز میں کی، بھری مجلس میں اُس شخص نے دونوں ہاتھ اپنی سیرین پر متکبرانہ انداز میں رکھ کر حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے گرجدار الفاظ میں کہا : '' تو پاکستان میں شیخ الاسلامؒ بننے کے لیے آیا ہے'' اُس متکبر شخص کا باپ بھی حضرت حکیم الاسلامؒ کے پہلو میں اُسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اُسے اپنے لڑکے کی اِس حرکت پر کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ حضرت جدِامجدؒ فرماتے تھے کہ اِس واقعہ کے بعد میں اپنے معمول کے مطابق حضرت حکیم الاسلامؒ سے ملنے گیا تو آپ فرمانے لگے کہ ساری رات لیٹ نہیں سکتا، لیٹتا ہوں تو بدن میں سوئیاں چبھتی ہیں، چہل قدمی کرتے ہوئے ساری رات بیت جاتی ہے، ہر صبح کو ایک خط حضرت شیخ الاسلام کو لکھتا ہوں کہ مجھے دیو بند بلا لیں، جب تک حضرت شیخؒ کا جوابی مکتوب نہیں آیا یہی کیفیت رہی، جواب جو آیا اُس میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے یقین دلایا تھا کہ میں تو آپ کے پاکستان قیام کو دارُالعلوم دیو بند کے مفاد کے خلاف سمجھتا تھا اب میں پوری کوشش میں ہوں کہ آپ کو ہندوستانی شہریت مل جائے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ نے کراچی سے دیو بند روانگی کے وقت میرے جدِامجدؒ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''قاری صاحب ! مجھے غیر سے کوئی شکایت نہیں، مجھے اپنوں نے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔''

اُدھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے آبروئے دیو بند حضرت حکیم الاسلامؒ کے لیے جدو جہد فرمائی آپ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کے پاس دہلی تشریف لے گئے، مولانا آزادؒ وزیر تعلیم تھے اُن سے حضرت حکیم الاسلامؒ نے فرمایا کہ آپ قاری طیب صاحب کے لیے اپنا اَثر رسوخ استعمال فرمائیں کہ انہیں ہندوستانی شہریت دے دی جائے، مولانا آزادؒ نے فرمایا '' حضرت چلے گئے تو جانے دیجئے۔'' حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا '' قاری صاحب دارُالعلوم دیو بند کی ضرورت ہیں انہیں ہر حال واپس آنا ہے'' اِس طرح مولانا آزادؒ اور وزیر اعظم ہندوستان جواہر لال نہرو کی کوششوں اور حکم سے حضرت حکیم الاسلامؒ کو ایک مرتبہ پھر ہندوستانی شہریت مل گئی۔''

(جاری ہے)

اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾

۱۶؍ دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد عیسٰی صاحب ؒ کی تعزیت کے لیے گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔

۱۷؍ دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بعد نماز عشاء تیسری سالانہ سیرت مصطفٰی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے دارُ العلوم شیخ الہندؒ نزد سکیاں پل تشریف لے گئے جہاں آپ نے سیرتِ مبارکہ کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۱؍ دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ، فاضلِ جامعہ مدنیہ جدید مولانا انعام الحق صاحب کی دعوت پر سیالکوٹ تشریف لے گئے جہاں آپ نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر بیان فرمایا۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سر پرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
GL # 2447
IATA
با کفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH 2017
عمرہ پیکج
1438
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com